إن علينا جمعه وقرآنه

قرآن کی ترتیب و جمع ہمارے ذمہ ہے
(القیامۃ:۱۷)

زخائر المواریث

فی الدلالۃ علی ثبوت

جمع القرآن والأحادیث

تصنیف

مولانا الحاج مولوی ابوالقاسم محمد خان صاحب سیف محمدی بنارسی

تحقیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمن

ناشر

اتحاد اسلامک ریسرچ اینڈ دعوت سنٹر لکھنؤ

إن علينا جمعه وقرآنه

اللہ نے فرمایا کہ قرآن کی ترتیب وجمع ہمارے ہی ذمہ ہے۔ (القیامۃ: ۱۷)

ذخائر المواریث

فی الدلالة علی ثبوت

جمع القرآن والأحادیث

تصنیف

مولانا الحاج مولوی ابوالقاسم محمد خان صاحب سیف محمدی بناری

تحقیق وتعلیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

ناشر

اتحاد اسلامک ریسرچ اینڈ دعوت سنٹر، لکھنؤ

نام کتاب : ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی ثبوت جمع القرآن والأحادیث

مؤلف : مولانا الحاج مولوی ابوالقاسم محمد خان صاحب سیف محمدی بنارسی

تحقیق : عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

ناشر : اتحاد اسلامک ریسرچ اینڈ دعوت سنٹر لکھنؤ

سن طبع : ۲۰۱۴ء

صفحات : (۱۰۴)

تعداد طبع : (۱۰۰۰)

قیمت : (۰۰)

ملنے کے پتے

۱- مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس

۲- مکتبہ الفہیم، مئو

۳- مکتبہ ترجمان، دہلی

۴- دفتر اتحاد ابناء السلفیۃ، باگڑ بلی، بنارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

إن الحمد لله، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضلل له، ومن يضلل فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ونشهد أن محمدا عبده ورسوله، "يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون. يا أيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء ا، واتقوا الله الذى تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيبا. يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا، يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما"، أما بعد:

فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد ﷺ، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار.

قرآن مجید اللہ رب العالمین کا کلام ہے جس کو اس نے حضرت جبریل امین کے واسطہ سے اپنے آخری نبی محمد عربی ﷺ پر وحی فرمایا، یہ کلام اپنے تمام حروف والفاظ، نیز معانی ومفاہیم کے ساتھ اللہ کا کلام حقیقی ہے، یہ مخلوق نہیں ہے، بلکہ اسی سے ظاہر ہوا اور قیامت کے قریب جب وہ چاہے گا اسے اپنی طرف اٹھا لے گا، اس کلام کو اللہ تعالی

نے اپنی مشیت وقدرت کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا اور یہ اسی کے پاس رہا، پھر جب اسے نازل کرنے کا ارادہ کیا تو رمضان کی کسی شب قدر میں آسمان دنیا پر بیت العزۃ میں اتار کر رکھا گیا، اور اس کے بعد حضرت جبریل امین اللہ تعالی کے حکم کے مطابق قرآن مجید کی سورتیں یا آیتیں نبی کریم ﷺ کے پاس لاتے تھے اور آپ کو بطریق وحی اسے پہنچادیتے تھے، نیز یہ بتادیتے تھے کہ یہ سورت قرآن کی کس سورت سے پہلے اور کس سورت کے بعد، یا یہ آیت قرآن کی کس آیت سے پہلے یا کس آیت کے بعد لکھی جائے گی چنانچہ آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کا لایا ہوا اللہ کا کلام غور سے سنتے اور اسے اپنے دل میں محفوظ فرمالیتے جس کا اللہ تعالی نے آپ کے لئے خصوصی انتظام فرمایا تھا، اس کے بعد آپ اپنے کاتبان وحی میں سے کسی صحابی کو بلاتے اور اسے یہ سورت یا آیت یہ کہہ کر لکھوادیتے کہ قرآن مجید میں فلاں جگہ لکھو، نیز صحابہ کرام نبی ﷺ سے براہ راست سن کر بھی قرآن یاد کرلیا کرتے تھے، اس طرح کسی کتاب کو محفوظ کردینے کا جو فطری طریقہ ہے اس طریقہ سے اللہ تعالی نے اپنی کتاب کو قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا، یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمایا تو قرآن مجید مکمل طور پر اپنے تمام حروف والفاظ اور ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا اور سینوں میں دونوں طرح موجود تھا، اور اللہ نے اپنے اس فرمان: ''إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون'' کا مکمل انتظام فرمادیا تھا۔

پھر یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کی طرح اس کی عملی تفسیر اور شریعت اسلامیہ کے دوسرے مصدر سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی حفاظت کا شروع ہی سے انتظام فرمایا، اور اپنے نبی ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایسی جماعت نصیب کی جنھوں نے صرف سیف وسنان ہی سے اسلام کی حفاظت نہیں کی بلکہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات اور آپ کی سیرت مطہرہ کو بھی اپنا

حرز جاں بنایا اور اسے اگلی نسلوں تک پہنچایا، چنانچہ ہم کو صحابہ کرام کی ایسی معتد بہ تعداد ملتی ہے جنھوں نے احادیث نبویہ کو صرف اپنے دلوں میں ہی یاد نہیں رکھا بلکہ تحریری طور پر بھی اسے محفوظ کیا، شریعت اسلامیہ کی تشکیل میں احادیث نبویہ کا جو مقام و مرتبہ اور اہمیت و عظمت ہے اسے ہم سے زیادہ صحابہ کرام نے سمجھا تھا جس کی بے شمار مثالیں ان کی سیرت واقوال میں موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کی تحصیل، تعلیم، تحفظ اور ترویج واشاعت میں اس جماعت قدسیہ کا جو انہماک تھا اس کی مثال کسی دوسری جماعت میں نہیں مل سکتی، کتنے ایسے صحابہ کرام تھے جن کا وظیفۂ زندگی صرف حدیث رسول ﷺ کو یاد کرنا اور اس کو پھیلانا تھا جنھوں اپنی زندگی اسی کام کیلئے وقف کر رکھی تھی، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کے درمیان فرمایا:

"تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں اور انصار ومہاجرین کو کیا ہو گیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح حدیث بیان نہیں کرتے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ مہاجرین بھائی بازار کی خرید و فروخت میں مشغول رہتے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمہ دم لگا رہتا۔ جب وہ لوگ غیر حاضر رہتے تو میں (صحبت نبوی ﷺ) میں حاضر رہتا، جب وہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا، اور انصار بھائیوں کو کھیتی باڑی مشغول رکھتی۔ میں مساکین صفہ میں سے تھا، جب یہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ (صحیح بخاری)

کہا جاتا ہے کہ احادیث کی تدوین رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دو، ڈھائی سو سال کے بعد اس وقت ہوئی جب امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ رحمھم اللہ وغیرھم نے احادیث مرتب کرنے کا کام شروع کیا، بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں کتابت حدیث ہی کے منکر ہیں۔ لہذا ان کی نظر میں ذخیرہ حدیث کسی بھی طرح قابل اعتماد نہیں ہے۔

یہ صرف منکرین حدیث کا باطل پروپیگنڈہ ہے، انکار حدیث کے معاملہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ مسلمانوں میں سے کم ہی لوگ ایسے ہیں جو براہ راست سنت رسول ﷺ کی تشریعی حیثیت کا انکار کرتے ہیں، البتہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو سنت کے وجوب کا اقرار کرنے کے باوجود سنت سے گریز کرنے اور فرار کی راہ اختیار کرنے کیلئے احادیث پر مختلف اعتراضات کرکے ذخیرہ احادیث کو مشکوک اور ناقابل اعتماد ٹھہرانے کی مذموم کوششوں میں دن ورات مصروف رہتے ہیں، اور اس طرح مخالفین اسلام کو مواد فراہم کرنے کا کام کرتے ہیں۔

اسلامی تاریخ اور سیرت نبویہ پر نظر رکھنے والا ہر فرد بخوبی جانتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں احادیث کی کتابت شروع کروائی اور مختلف صحابہ کرام نے آپ کے حکم سے حدیثوں کے صحیفہ لکھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''قیدوا العلم بالکتاب" یعنی علم کو ضبط تحریر میں لے آو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ)

معلوم رہے کہ یہاں علم سے مراد حدیث ہے۔ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ سے بہت سی احادیث سنتے ہیں جنہیں ہم یاد نہیں رکھ پاتے تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں" (مسند احمد: ۲/۲۱۵)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے " کتاب الصدقہ " تحریر کروائی ، امام محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ کتاب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی ، اور مجھے سیدنا عمر کے پوتے سالم نے پڑھائی اور میں نے اس کو پوری طرح محفوظ کرلیا۔خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس

کتاب کو سیدنا عمر رضی اللہ کے پوتوں سالم اور عبداللہ سے لے کر لکھوایا۔ (ابوداود)

عمرو بن امیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث بیان کی گئی، تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، پھر مجھے احادیث نبویہ پر مشتمل ایک کتاب دکھائی اور کہا: ''یہ حدیث اس میں لکھی ہوئی ہے۔'' (فتح الباری)

فن حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ فن حدیث کو آغاز ہی میں تین مراحل سے گذرنا پڑا۔ جمع، تدوین، ترتیب۔ جمع وحفظ کا سلسلہ تو نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی شروع ہو گیا تھا جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا، اور صحابہ کرام نے اس کا جو اہتمام کیا اس کی وجہ وہ تاکیدات، ترغیبات اور خوشخبریاں تھیں جو انھوں نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سنی تھیں، پھر ان کے سامنے نبی ﷺ کی وہ مشہور حدیث بھی تھی:

''من كذب على متعمدا فليتبوء مقعده من النار'' (بخاری، مسلم)

جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات میری طرف منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

اس حدیث کا قطعی مفہوم یہ ہے کہ حدیث ایک مستند دستاویز ہے شرعا وہ مکمل طور پر حجت ہے، اس میں کسی جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں، اس حقیقت کے ہوتے ہوئے ضروری ہے کہ اس ذخیرہ کی حفاظت کے لئے ہر سامان کیا جائے، خواہ وہ حفظ وضبط ہو یا کتابت وتحریر، بلکہ دونوں۔ کیونکہ انفرادی طور پر دونوں میں غلطی اور سہو کے امکانات ہیں اور اس اہم ترین کام کے لئے سب سے موزوں وقت رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور صحابہ کرام کے جم غفیر کی موجودگی ہے۔

زیر نظر کتاب جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم، مناظر، محدث حضرت مولانا ابوالقاسم محمد سیف بنارسی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ ہے جس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے بہت سارے مستند دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی جمع اور

ترتیب دونوں اللہ کی جانب سے ہے جس کی ذمہ داری خود اس نے لی تھی۔ اسی لئے اللہ کی یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں اسی طرح لکھ کر جمع کر لی گئی تھی جس طرح آج ہمارے پاس موجود ہے، اور اس کتابی جمع و ترتیب کا اہتمام خود نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کا بھی بہت بڑا مجموعہ آپ کی زندگی میں لکھا ہوا صحابہ کرام کے پاس صحیفوں کی شکل میں موجود تھا، بلکہ کچھ ایسے بھی مجموعے تھے جنہیں خود نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر لکھوایا تھا اور یہ صحیفے نسلاً بعد نسل منتقل ہوئے۔ لہذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ قرآن و حدیث کو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہی لکھا گیا۔

مصنف کتاب مولانا موصوف رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تصنیف کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں کچھ عیسائی اور آریہ سماجی مصنفین نے یہ دعوی کر رکھا ہے کہ قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مرتب کرایا تھا اور یہ مکمل نہیں ہے بلکہ بہت سارا حصہ صحابہ کرام نے چھوڑ دیا ہے، اور کچھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ ان دعووں کی تردید کرنے کیلئے قرآن کے جمع و ترتیب سے متعلق ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر میں مارچ ۱۹۲۲ء میں شائع کرایا تھا اور اسے رسالہ کی شکل میں شائع کرانے کا وعدہ بھی کیا تھا، جو اب الحمدللہ شائع کیا جا رہا ہے۔

ہمارے سامنے کتاب کی پہلی اشاعت کا نسخہ ہے جو ثنائی برقی پریس امرتسر سے محرم ۱۳۴۲ھ میں خود مولانا مرحوم کے اہتمام کے ساتھ طبع ہوا تھا۔ اس کتاب کی کوئی دوسری طبع ہم کو نہ معلوم ہو سکی صرف یہ سننے میں آیا ہے کہ پاکستان میں کسی صاحب نے بھی چھپوایا تھا لیکن حقیقت نہیں معلوم ہو سکی اور نہ کتاب دیکھنے کو ملی۔ موجودہ دور میں کچھ مسلم مصنفین کی طرف سے بھی ایسی تحریریں آتی رہتی ہیں جن سے یہ لگتا ہے کہ قرآن مجید کی جمع و ترتیب اسی طرح احادیث نبویہ کی تحریری طور پر جمع و تدوین آپ

ﷺ کی وفات کے بعد ہوئی ہے ۔لہذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ نیا لکھنے کے بجائے اپنے موقر عالم کی محققانہ تصنیف کو منظر عام پر لایا جائے تا کہ اس شبہ کا ازالہ کیا جاسکے ، نیز اس عظیم عالم کی شخصیت اور کارناموں سے اپنی نئی نسل کو متعارف کرایا جاسکے ۔ چنانچہ میرے مشورہ پر عبدالاحد سلمہ ریسرچ اسکالر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ نے اس رسالہ کو باہتمام طبع کرنے کے لئے اس پر درج ذیل کام کیا:

۱۔ قرآن اور حدیث کے جو حوالہ جات تھے وہ پرانے طریقہ کے مطابق اصل کتاب کے ساتھ تھے ان کو حاشیہ میں درج کیا گیا۔

۲۔ مولانا محترم رحمہ اللہ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے عموما اپنی ہر تحریر میں قرآن اور حدیث کا مکمل حوالہ ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ کے ذکر کردہ تمام نصوص کو اصل مرجع سے ملایا گیا ہے، اور نئی طبع کے اعتبار سے اس کا مکمل حوالہ حاشیہ میں درج کیا گیا ہے، اور اگر کہیں ضرورت محسوس ہوئی تو حدیث کا حکم بیان کیا گیا ہے، تا کہ کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے۔

۳۔ مولانا محترم رحمہ اللہ نے اس کتاب میں وارد اسماء ، مقامات و کتب کی ایک فہرست بھی شامل کتاب کی تھی لیکن بعض وجوہات کی بناء پر اس کو حذف کر دیا گیا ہے، اور موضوعات کی ایک نئی فہرست بنا کر کتاب میں شامل کی گئی ہے۔

۴۔ مولانا محترم رحمہ اللہ کا ایک قدرے مفصل سوانحی خاکہ کتاب میں شامل کیا گیا ہے جو پاکستان سے طبع ہونے والی کتاب دفاع صحیح بخاری سے ماخوذ ہے، یہ کتاب مولانا مرحوم کی ان تمام تحریروں کا مجموعہ ہے جن میں آپ نے احناف کی جانب سے صحیح بخاری پر کئے جانے والے اعتراضات کا محققانہ ومحدثانہ جواب دیا ہے اور حقیقت میں یہ بہت بڑا علمی شاہکار ہے، ہم نے ضرورت کے مطابق اس سوانحی خاکہ میں کچھ اختصار کر کے عوام کے فائدہ کی خاطر شامل کتاب کر دیا

ہے۔ فجز اللہ اجمع خیرالجزاء۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولائے کریم اس کتاب کو مفید عام بنائے، اور اس کے مؤلف، محقق، مرتب اور جن لوگوں نے اس کو منظر عام پر لانے میں تعاون کیا ہے سب کے لئے جزائے خیر اور نجات کا ذریعہ بنائے، نیز ہم سب کو اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

۲۶/شعبان ۱۴۳۵ھ — احسن جمیل عبدالبصیر مدنی

۲۵/جون ۲۰۱۴ء — بازارسدانند، بنارس

علامہ محمد ابوالقاسم سیف بنارسی

حضرت العلام مولانا سیف بنارسی کا یہ سوانحی خاکہ "دفاع صحیح بخاری" سے لیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب ان تمام تحریروں کا مجموعہ ہے جو آپ نے امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری پر کئے گئے اعتراضات کے جواب میں تصنیف فرمائی تھیں، یہ مجموعہ مسمی "دفاع صحیح بخاری" حافظ شاہد محمود کی تحقیق اور شیخ ارشادالحق اثری اور شیخ عزیر شمس حفظہما اللہ کی تقدیم کے ساتھ پاکستان سے شائع کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ نہایت جامع سوانحی خاکہ ہے جو علامہ سیف بنارسی رحمہ اللہ کی ہمہ جہت مساعی جلیلہ کو شامل ہے۔ اس لیے ہم نے اسی کو شامل کتاب کرنا مناسب سمجھا تاکہ ہمارے ہندوستانی قارئین اپنے اس عظیم عالم کی حیات وخدمات سے متعارف رہیں، جزی الله الجميع خيرا.

ولادت:

مولانا بنارسی کا مولد ومنشا بنارس (اترپردیش، بھارت) تھا۔ یہیں مولانا کی ولادت باسعادت یکم شوال ۱۳۰۷ھ کو محلہ دارانگر میں ہوئی۔

نام وکنیت:

مولانا بنارسی کی کنیت "ابوالقاسم"، نام "محمد" اور تاریخی نام "محمد فضل قادر" تھا۔ اپنے پورے زمانۂ طالب علمی میں "محمد" کے نام سے ہی پکارے جاتے رہے۔ لیکن حضرت شیخ الکل میاں صاحب نے اجازۂ حدیث مرحمت فرماتے وقت "محمد" نام کے ساتھ "ابوالقاسم" کنیت تجویز فرمائی۔ چنانچہ علامہ سیف بنارسی اس پر افتخاراً لکھتے ہیں:

''میری کنیت تو خود جناب میاں صاحب نے انتخاب کی تھی۔ مجھے تو اس وقت صرف محمد کے ساتھ پکارا جاتا تھا۔ جب سند میں میرا نام خالی محمد لکھا گیا تو میاں صاحب نے ارشاد فرمایا: ارے یہ خالی محمد کیا ہے؟ کنیت ابوالقاسم بڑھا لے''۔ (الزہر الباسم:۱۶)

تعلیم و تربیت:

علامہ سیف بنارسی کی تعلیم کا آغاز حضرت سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے ہوا، انہوں نے ہی تبرکاً آپ کی تعلیم کی ابتدا کروائی اور حسن اتفاق یہ کہ کسب علم کا آخری مرحلہ بھی شیخ الکل میاں نذیر حسین ہی کی خدمت میں انجام پایا۔ چنانچہ مولانا بنارسی لکھتے ہیں:

''میری تعلیم کی ابتدا اور انتہا دونوں آپ ہی سے ہوئی ہیں۔ آپ نے چھ مہینہ پیشتر ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ میں مجھے سند حدیث مرحمت فرمائی تھی۔ رحمه الله رحمة واسعة''۔ (مسلک اہل حدیث پر ایک نظر:۴۱)

باقاعدہ تعلیم کی ابتدا اپنے والد کے قائم کردہ ''مدرسہ اسلامیہ'' دارانگر بنارس میں ہوئی۔ سات برس کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد التزام حفظ کیا۔ اسی سال قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے سند ''مسلسل بالأولیۃ'' حاصل ہوئی۔ مولانا سید عبدالکبیر بہاری (م ۱۳۳۱ھ) سے فارسی اور صرف و نحو پڑھی۔ مولانا سید نذیر الدین جعفری بنارسی (م ۱۳۵۲ھ) سے ادب و معانی کی تحصیل کی۔ مولانا حکیم عبدالمجید بنارسی (م ۱۳۵۶ھ) سے فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ وغیرہ پڑھیں۔ کتب حدیث و تفسیر کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی۔ تقریباً ۱۲ برس کی عمر میں علوم رسمیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں:

اپنے والد کے قائم کردہ ''مدرسہ اسلامیہ'' سے کسب علم کے بعد ۱۳۱۹ھ میں

دہلی تشریف لے گئے، جہاں مسند الوقت شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ یہ حضرت میاں صاحب کا آخری دور تھا۔ مولانا سیف بنارسی کا شمار میاں صاحب کے انتہائی کم عمر شاگردوں میں ہوتا ہے۔

محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں:

مولانا بنارسی نے جن علماء ذی اکرام کی خدمت میں حدیث کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ان میں محدث شہیر علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ دہلی میں میاں صاحب سے سند حدیث حاصل کرنے کے بعد مولانا بنارسی نے ڈیانواں (عظیم آباد) حضرت محدث ڈیانوی کی خدمت میں شد رحال کیا، گو اغلب یہی ہے کہ اس سے قبل بھی مولانا بنارسی نے علامہ عظیم آبادی سے اخذ علم کی کچھ منزلیں طے کرلی تھیں۔ علامہ سیف بنارسی کا شمار علامہ عظیم آبادی کے تلامذۂ خاص میں ہوتا ہے۔ اپنے والد گرامی کے بعد سب سے زیادہ اخذ وکسب علم کا موقع بھی محدث ڈیانوی ہی سے ملا۔ اپنے استاد گرامی کے بہت چہیتے اور فرماں بردار بھی تھے۔ جب عظیم آباد پٹنہ کے ایک غالی حنفی مولوی عمر کریم نے امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ پر زبان طعن دراز کیا تو محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کے ایماء (اشارہ) پر مولانا بنارسی اس کی تردید میں کمربستہ ہوئے۔ مولوی عمر کریم نے محض تفنن کیا مگر اس تفنن کے نتیجے میں علامہ سیف بنارسی کے قلم سے ''حل مشکلات البخاری''، ''ماء حمیم''، ''الامر المبرم'' وغیرہا جیسے گرانقدر علمی خزینے منصۂ شہود پر آئے۔

۱۹۱۰ء کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر کے کسی شمارے میں محدث ڈیانوی کا یہ فتوی شائع ہوا تھا کہ ''وحید چونکہ اسمائے باری تعالیٰ سے نہیں ہے لہذا عبدالوحید نام رکھنا جائز نہیں، ہاں محمد وحید نام زیادہ مناسب حال ہے''۔

اس پر حیدرآباد دکن سے تعلق رکھنے والے ایک اہل حدیث عالم مولانا ابونعیم

عبد العظیم حیدر آبادی نے ۲۶ / اگست ۱۹۱۰ء کے شمارے میں ایک تنقیدی مضمون بعنوان ''وحید اور واحد'' تحریر کیا۔ اس موقع پر چونکہ علامہ بناری اپنے استاد گرامی کے موقف کو مبنی بر صحت قرار دیتے تھے، اس لیے ان کی تائید اور مولانا حیدر آبادی کی تردید میں ایک مضمون ''لفظ وحید کی تحقیق'' قلمبند فرمایا جو ۲۳ ستمبر ۱۹۱۰ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

محدث ڈیانوی نے ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کو وفات پائی۔ بقول مولانا سیف بناری:

''جس وقت کہ دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا اسی وقت دین کا آفتاب (شمس حق یعنی حق کا آفتاب) غروب ہوا''۔

دیگر اساتذۂ علم:

ان علمائے ذی اکرام کے علاوہ مولانا سیف بناری کو محدث یمن شیخ حسین بن محسن انصاری (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) سے بھی اجازۂ حدیث حاصل ہے۔ شیخ محمد عزیر شمس نے "حياة المحدث شمس الحق و أعماله" (ص: ۲۷۰) میں علامہ سیف بناری کے اساتذۂ حدیث میں شیخ عبد اللطیف نجدی آل الشیخ کا اسم گرامی بھی لکھا ہے۔ جبکہ مولانا محمد مستقیم سلفی نے شیخ عبد اللطیف کو مولانا بناری کا شاگرد قرار دیا ہے۔ راقم کے قلم سے اس کی مکمل تحقیق سفر حج کے واقعات میں آئے گی۔

تکمیل علم کے بعد:

تکمیل علم کے بعد بنارس میں اپنے والد کے قائم کردہ مدرسے میں سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۳۳۱ھ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور وفات تک

اس فریضے کی ادائیگی کی۔ ۳۹ مرتبہ طلاب حدیث کو صحیح بخاری و صحیح مسلم کا درس دیا۔ چالیسواں درس حدیث کا آغاز ہو گیا تھا، مگر افسوس کہ اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ تا آنکہ یہ خادم حدیث خالق حقیقی سے جاملا۔ مولانا محمد مستقیم سلفی رقمطراز ہیں:

''آپ کا وجود اور درس حدیث امت کے لیے ایک نعمت خداوندی تھا۔ آپ نے ان جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کر دی تھی، جو اپنے خداداد حافظہ اور کتب حدیث ورجال پر عبور کامل کی بنا پر ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے درس حدیث میں اطراف وجوانب کے علاوہ دور دراز سے آکر کافی تعداد میں طلبہ شریک ہوتے تھے۔ آپ مکمل چالیس سال تک مسلسل صحیح بخاری و مسلم کا درس دیتے رہے''۔ (ماہنامہ محدث بنارس ستمبر ۱۹۸۵ء)

وسعت علم:

علامہ سیفؔ بنارسی مختلف علوم وفنون پر یکساں نظر رکھتے تھے۔ ان کے علم میں گیرائی فکر بھی تھی اور لطافت نظر بھی۔ چونکہ بلند پایہ مناظر بھی تھے، اس لیے تفصیل واطناب کے بجائے اختصار وجامعیت کے ساتھ اظہار مدعا کیا کرتے تھے۔ مختلف علوم پر ان کی تصانیف ان کے وسعت علم وفکر پر شاہد ہیں۔ شعر وادب سے بھی دلچسپی تھی۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں فکر سخن فرماتے تھے۔ سیف تخلص تھا۔ سنسکرت اور انگریزی سے بھی واقفیت تھی۔ وہ ایک بلند پایہ خطیب اور جرأت مند صحافی تھے۔

آپ کے اساتذۂ گرامی آپ کے علم وفضل کے معترف تھے۔ معاصر فیض علم کے خوشہ چیں اور تلامذۂ نسبت تلمذ پر مفتخر۔ مولوی عمر کریم نے جب امام بخاری اور صحیح بخاری پر ناروا اعتراضات کیے تو اپنے استاد گرامی علامہ شمس الحق محدث عظیم آبادی کے ایماء پر علامہ سیف بنارسی نے مولوی عمر کریم کے خرافات کا علمی جائزہ لیا۔ اس

ضمن میں لکھی گئی علامہ سیف بنارسی کی کتب سے ان کی وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے۔
مولانا محمد عزیر شمس نے ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:
"هو المحدث الكبير العلامة الشيخ محمد أبو القاسم سيف بن الشيخ محمد سعيد البنارسي، من العلماء المحققين المتأخرين في الهند" (حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ:٢٦٩)

سفر حج:

علامہ سیف بنارسی نے دو مرتبہ فریضۂ حج کی ادائیگی کی سعادت حاصل کی، پہلی مرتبہ ١٣٣٠ھ میں اور دوسری مرتبہ ١٣٤٤ھ میں۔ اپنے پہلے سفر حجاز کے موقع پر آپ بعض مجبوریوں کی بنا پر مدینہ منورہ کی زیارت سے محروم رہے۔ جس کا آپ کو بے حد قلق ہوا۔ تا آنکہ اللہ رب العزت نے دوسری مرتبہ ١٣٤٤ھ کو سوئے حرم کی راہ دکھائی۔ مولانا کی زندگی کا یہ دوسرا سفر حجاز ان کی زندگی کا یادگار ترین سفر ثابت ہوا۔ علامہ ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد جونا گڈھی جیسے اصحاب علم وفضل کی رفاقت میسر آئی۔ علمائے حجاز نے آپ کے دروس وبحوث میں حصہ لیا، آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا گیا۔ شیخ عبداللہ بن بلیہد قاضی مکہ مکرمہ، شیخ ابراہیم آل سبہان حاکم مدینہ منورہ، شیخ محمد بن علی ترکی، قاضی شیخ محمود علی مصری وغیرہم سے مختلف امور پر تبادلۂ افکار وخیالات ہوا۔ شیخ ابراہیم حاکم مدینہ منورہ آپ کے وسعت علم وفضل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ باصرار جمعۃ المبارک کا خطبہ مسجد نبوی ﷺ میں آپ سے دلوایا۔ اس سفر حج میں مختلف علماء ومشائخ سے آپ مستفید ہوئے اور متعدد طلاب علم نے آپ سے استفادہ کیا۔

مولانا محمد مستقیم سلفی لکھتے ہیں:
"اس عہد کے علامۂ نجد شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن شیخ

محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ نے (جو ۱۳۳۹ھ میں سلطان عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اہل حرم کی تعلیم کے لیے حجاز تشریف لائے تھے) مولانا سے سند حدیث لی۔ چنانچہ مولانا سیف بنارسی نے ''تاریخ نجد'' (مولانا اسلم جیراجپوری) کے ص ۴۶ کے حاشیہ پر اپنے قلم سے یہ تحریر لکھی ہے کہ ''انہیں شیخ عبداللطیف نے ۱۳۴۴ھ میں مکہ معظمہ میں مجھ سے سند حدیث لی''۔ (ماہنامہ ''محدث'' بنارس ستمبر ۱۹۸۵ء)

اس کے برعکس مولانا محمد عزیر شمس لکھتے ہیں:

"سافر للحج مرتين: سنة ١٣٣٠ ھ و ١٣٤٤ھ، وأسند الحديث عن الشيخ عبد اللطيف آل الشيخ، وكانت له لقاءات ومذاكرات مع بعض علماء الحجاز"۔ (حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ: ۲۷۰)

مولانا محمد مستقیم سلفی نے علامہ نجد شیخ محمد بن عبداللطیف لکھا ہے جبکہ اپنی تائید میں مولانا بنارسی کی جو تحریر پیش کی ہے اس میں اسم گرامی شیخ عبداللطیف مذکور ہے۔ شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن نجدی ۱۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۷ھ میں وفات پائی۔ بلحاظ عمر وہ مولانا سیف بنارسی سے تقریباً ۲۱ برس بڑے تھے۔ نیز مولانا بنارسی نے شیخ محمد بن عبداللطیف کا نہیں بلکہ شیخ عبداللطیف کا اسم گرامی لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے سند حدیث لی۔ نجد میں مولانا سیف بنارسی سے قریب ترین عہد میں دو شیخ عبداللطیف نجدی گزرے ہیں۔ ایک مجدد الوقت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب نجدی (رحمہم اللہ تعالی) ہیں، جو ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۲ء میں وفات پائی۔ ان کی وفات مولانا سیف بنارسی کی ولادت سے تقریبا ۱۵ برس پیشتر ہوئی، جبکہ دوسرے شیخ عبداللطیف کا تعارف حسب ذیل ہے:

یہ شیخ عبداللطیف مذکور کے صاحبزادۂ گرامی ابراہیم کے بیٹے تھے۔ ۱۳۱۵ھ

میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی (۱)۔ بلحاظ عمر مولانا سیف بناری سے تقریباً ۸ برس چھوٹے تھے یہی وہ شیخ عبداللطیف ہیں جن کا ذکر مولانا سیف بناری نے اپنی تحریر میں کیا ہے۔

جبکہ مولانا عزیز شمس کا یہ لکھنا کہ شیخ عبداللطیف نے مولانا سیف بناری کو سند حدیث مرحمت فرمائی، درست نہیں، غالباً سبقت قلم کے باعث وہ حقیقت کے برعکس لکھ گئے، اہل علم سے اس قسم کے ذہول ونسیان کا ظہور ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

دینی حمیت:

علامہ سیف بناری دینی اعتبار سے بہت غیور طبع تھے۔ چونکہ آپ کا وطن ہندوستان تھا، جہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کثیر تعداد میں آباد تھے، یہی وجہ تھی کہ علامہ بناری کو مختلف مذاہب کے تاریخ وعقائد سے بخوبی واقفیت تھی۔ جب بھی کبھی کسی نے اسلام اور صحیح اسلامی منہج کے خلاف زبان طعن دراز کیا علامہ سیف بناری کی غیور طبع فوراً اس کے جواب میں مستعد ہو گئی۔

علامہ موصوف نے اپنے عہد کی بھرپور علمی ومناظراتی زندگی میں آریہ سماج، عیسائیت، قادیانیت، شیعیت، اہل بدعت اور منکرین حدیث کا رد کیا۔ ان سے مناظرے کیے اور ان کے گمراہ کن افکار وعقائد کی تردید میں گراں قدر تحریری سرمایہ رقم فرمایا۔

قادیانیت کے رد میں ردمرزائیت، غلام احمد قادیانی کے بعض جوابات پر ایک نظر، قضاء ربانی بردعا قادیانی اور اظہار حقیقت لکھی۔

اہل بدعت کی تردید میں شرعی بازپرس ورفتوی جواز عرس، الصول الشديد على مصنف القول السديد، التبديد لما في التهديد، تحفة الصبور على منحة الغفور، إيضاح المنهج لمؤلف إقامة الحجج اور ضحور

(۱) علامہ، ابوالفضل آل الشیخ کی سنین ولادت ووفات کے لیے "اعلام" از خیرالدین زرکلی کا مراجعہ کریں۔

المنجنیق تالیف کیں۔

مسلک سلف محدثین کے دفاع میں حل مشکلات بخاری، الامر المبرم، ماء حمیم، الریح العقیم، العرجون القدیم وغیرہا جیسی بلند پایہ کتب تصنیف کیں۔ خاص منکرین حجیت حدیث کی تردید میں قضية الحديث فى حجية الحديث اور جمع القرآن والاحادیث لکھی۔

آریہ سماجیوں سے پٹنہ، بہار شریف اور الہ آباد میں علامہ سیف بناری کے یادگار مناظرے ہوئے جس میں آریہ سماجیوں کو شکست فاش ہوئی۔ احناف اور شیعوں سے بھی مناظرے کیے اور الحمد للہ مسلک حقہ کے لیے باعث عزت ثابت ہوئے۔

سیاسی و تحریکی خدمات:

علامہ سیف بناری علمی، فکری، ذہنی اور نظریاتی اعتبار سے از اول تا آخر سلفی العقیدہ تھے۔ تحریکی اعتبار سے آپ کا دائرہ حرکت وعمل بھی تحریک اہل حدیث کی ترقی وکامرانی کے لیے وقف رہا۔ تاہم وقت کی سیاسی صورت حال سے نہ آپ بے خبر رہے اور نہ ہی لاتعلق۔ سیاسی اعتبار سے علامہ سیف بناری کانگریس کے حامی تھے لیکن کانگریس کی کوئی نمایاں یا قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی۔ انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے۔ آپ کی مخالفانہ تقریر وتحریر سے حکام بے خبر نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ چند ایک بار قید فرنگ سے بھی باریاب ہوئے۔ تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس:

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے تو آپ بہت بڑے خادم تھے۔ اپنی پوری زندگی اس کی کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔ مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:

”صوبہ یوپی بلکہ ملک کے تمام حصص میں اہل حدیث کے جلسوں میں آپ کی شرکت گویا فرض کفایہ کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ کانفرنس اہل حدیث کے آپ پہلے

بلا تنخواہ سفیر و واعظ ہیں، اور ابھی تک اس کے جلسوں کی رونق رواں، جماعت و آپ کی ذات اور آپ کے علم سے اس قسم کا فائدہ پہنچا، جس قسم کا نفع آپ کے والد مرحوم کے علم و تشخص (سے) اور آپ کے خاندان کی وجہ سے بنارس جماعت اہل حدیث کو بجائے خود ایک مرکز ہے، اور اس (مرکز) کی وجہ سے احباب یو پی، اودھ، بہار اور بنگال کو ایک گونہ گو تقویت حاصل ہے"۔ (تراجم علمائے حدیث ہند: ۱/۳۵۷)

علامہ سیف بنارسی "آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس" "شعبۂ تصنیف و تالیف و نشر و اشاعت کے مدیر بھی رہے۔

اہل حدیث لیگ:

علامہ سیف بنارسی نے ۱۹۳۲ء میں "اہل حدیث لیگ" کی بنیاد رکھی اور اس کے امیر جماعت مقرر ہوئے۔ اس کا مقصد تبلیغ و اشاعت دین تھا۔ افسوس کہ اس کی تفصیلات سے آگاہی نہیں ہوئی۔

حزب المؤتمر الوطنی (بنارس):

یہ علاقائی سطح کی تنظیم تھی۔ غالباً اس کا مقصد فلاحی و رفاہی تھا۔ علامہ بنارسی ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک اس کے نائب صدر رہے۔

جمعیت علمائے ہند:

مولانا بنارسی جمعیت علمائے ہند کے کبار موید ین میں سے تھے۔ تاہم اس افسوسناک امر کا اظہار ضروری ہے کہ جمعیت کے تمام مورخین حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث علماء و افراد کی خدمات کو جمعیت کی تاریخ میں قصداً نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ جبکہ اہل حدیث علماء کی ایک بڑی تعداد جمعیت علمائے ہند کے اولین اجلاس میں شریک تھی۔ جمعیت کے لیے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کی خدمات ناقابل فراموش ہیں مگر کسی دیوبندی مورخ کے قلم نے مولانا امرتسری کی

خدمات کے اعتراف کا کما حقہ اظہار نہیں کیا۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کی آخری تاریخوں میں دہلی میں خلافت کانفرنس کے اختتام کے بعد علمائے کرام کے ایک مخصوص اجلاس میں جمعیت علمائے ہند کے قیام کی تجویز پیش کی، جس میں مولانا ثناء اللہ پیش پیش تھے۔ مولانا ثناء اللہ اور مولانا سید داود غزنوی نے حضرات علمائے کرام کو امرتسر تشریف لانے کی دعوت دی۔ جسے جمعیت علمائے ہند کا پہلا جلسہ قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

''۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو بعد نماز عصر امرتسر میں اسلامیہ ہائی اسکول کے وسیع کمروں میں جمعیت علمائے ہند کا پہلا جلسہ منعقد ہوا''۔ (علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے: ۲۲۹)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اسمائے حاضرین کی فہرست دی ہے، جس میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ گویا مولانا بنارسی کا جمعیت علماء کے ساتھ انسلاک زمانہ تاسیس ہی سے تھا۔

تلامذہ:

مولانا کا درس حدیث طلاب علم کے لیے بڑی کشش رکھتا تھا۔ تشنگان علم کی ایک بڑی تعداد علامہ سیف بنارسی کے فیض علم سے مستفید ہوئی۔ جن میں برادران حقیقی مولانا عبدالرحمٰن، مولانا ابومسعود محمود قمر، قاری احمد سعید اور مولانا عبدالآخر کے علاوہ شیخ عبداللطیف بن ابراہیم بن عبداللطیف نجدی آل الشیخ (م ۱۳۸۶ھ)، مولانا محمد بشیر الاعظمی (م ۲۰۰۳م)، مولانا زین العابدین سعیدی (م ۱۹۸۲ء)، مولانا محمد سہراب خان فیضی (م ۱۹۷۹ء)، مولانا شکر اللہ سعیدی (م ۲۰۰۷ء)، مولانا مختار احمد ندوی (م ۲۰۰۸ء)، مولانا حکیم عبدالحکیم رحمانی، مولانا عبدالمبین منظر (م ۱۹۸۹ء)، مولانا عبدالوحید سلفی (م ۱۹۸۹ء)، مولانا محمد الاعظمی، مولانا ابوشمیم عبدالحلیم، مولانا محمد منیر بنارسی، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبداللہ، مولانا محمد اکرام وغیرہم شامل ہیں۔

تصانیف:

علامہ ابوالقاسم صاحب تصانیف کثیرہ تھے، ان کی تصنیفات ان کے علم وفضل پر شاہد ہیں(۱):

۱- حل مشکلات بخاری

۲- الأمر المبرم لإبطال الكلام المحكم

۳- ماء حميم للمولوي عمر كريم

۴- صراط مستقيم لهداية عمر كريم

۵- الريح العقيم لحسم بناء عمر كريم

۶- العرجون القديم في إفشاء هفوات عمر كريم

۷- قضية الدحيث فی حجية الحديث

۸- جمع القرآن والأحاديث

یہی زیر نظر کتاب ہے جس کے متعلق ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ کے فاضل تبصرہ نگار مولانا معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

''جہاں تک قرآن کی تدوین کی تاریخ کا تعلق ہے مولانا ابوالقاسم صاحب کا رسالہ سب سے زیادہ جامع اور مدلل ہے۔ اس میں احادیث اور آثار صحابہ کی ناقابل تردید شہادتوں سے دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید عہد رسالت میں پورا مرتب ہو چکا تھا اور موجودہ قرآن اسی عہد کا مرتب شدہ ہے۔'' (جولائی ۱۹۳۷ء)

۹- اجتلاب المنفعة لمن يطالع أحوال الأئمة الأربعة

۱۰- ترجمة كتاب الرد على أبي حنيفة

(۱) اختصار کے پیش نظر ہم نے کتابوں کا وہ تعارف حذف کر دیا ہے جو ''وقائع صحیح بخاری'' میں ذکر کیا گیا ہے، ہم نے صرف کتابوں کا نام ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ م

۱۱- الجرح على أبي حنيفة

۱۲-شرعی باز پرس در فتوی جواز عرس

۱۳- الصول الشديد على مصنف القول السديد

۱۴- التبديد لما في التهديد

۱۵- جمع الرسالتين في النهي عن قراء ة الفاتحة على القبور والأطعمة برفع اليدين مع الضميمتين الكريمتين

۱۶- تحفة الصبور على منحة الغفور

۱۷- إيضاح المنهج لمؤلف إقامة الحجج

۱۸- حسن الصناعة في صلاة التراويح بالجماعة

۱۹- تحرير الطرفين فى صلوة التراويح وتكبير العيدين

۲۰-ضحور المنجنيق على صاحب الحق الحقيق

۲۱- البرذج في رد الأغوذج

۲۲- سواء الطريق

۲۳- إيضاح الطريق لصاحب التحقيق

۲۴-تبصرہ

۲۵- حكم الحاكم فى كنية أبي القاسم

۲۶- الزهر الباسم في الرخصة في الجمع بين محمد وأبي القاسم

۲۷- رمي الجمرتين على شاك كلمة الشهادتين

۲۸- علاج درماندہ درکیفیت مباحثۂ ٹانڈہ

۲۹- السعید (ٹریکٹ نمبر۱)

۳۰- ۱۲/سوالات کے جوابات

۳۱-السعید ٹریکٹ نمبر ۳،۴

۳۲-الإصباح في رد الإيضاح

۳۳-عمدة التحرير فی جواب المنير وصاحب التفسير

۳۴-أحسن التقرير فی جواب المنير

۳۵- عمدة الرفيق

۳۶- اللؤلؤ والمرجان في تكلم المرأة بآيات القرآن

۳۷- لؤلو الشرع فی حديث أم زرع

۳۸-سفر بیت اللہ
۳۹- تذكرة السعيد

۴۰-حصول المرام
۴۱- التنقيد فی رد التقليد

۴۲- ذكر أهل الذكر
۴۳- تنقيد المعيار

۴۴-اظہار حقیقت
۴۵-رد مرزائیت

۴۶-معیار نبوت
۴۷-شرح کافیہ

۴۸-اربعین محمدی
۴۹-جمع المسائل والعقائد

۵۰-رفع اوہام از ظہور امام
۵۱-تعلیم السلام

۵۲-الافکار علی الاذکار
۵۳-دفع بہتان

۵۴-عید الضحی
۵۵-السیر الحثیث فی براۃ اہل الحدیث

۵۶-قشف الشرفی رد کشف الشر
۵۷-زبان عرب

۵۸-ثنائے ربانی
۵۹-جواب دعوت

۶۰-نور اسلام بجواب ظہور اسلام
۶۱-الجوائز

۶۲-ہدایۃ السائل الی احادیث وائل
۶۳-نافع الاحناف

۶۴-احسن المسائل
۶۵-روزمرہ مسائل ضروریہ

کتب خانہ:

علامہ سیف بنارسی کا کتب خانہ بیش بہا علمی خزینوں کا مرکز تھا۔ جس میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کا وسیع ذخیرہ تھا۔ تاہم بعد ازاں یہ کتابیں جامعہ سلفیہ بنارس کو دے دی گئیں۔ جہاں یہ مولانا بنارسی کے گوشۂ کتب کی حیثیت سے محفوظ ہیں اور اس طرح الحمدللہ یہ کتابیں ضائع ہونے سے رہ گئیں۔

مرض ووفات:

۱۹۴۳ء میں پہلی بار علامہ سیف بنارسی پر فالج کا حملہ ہوا، تاہم علاج سے افاقہ ہوا، لیکن ۱۹۴۸ء کے اواخر میں دوبارہ فالج کا حملہ ہوا، اور ۴ر صفر ۱۳۶۹ھ/ ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء کو بروز جمعہ علم وحکمت کے اس آفتاب نے وفات پائی۔ وہ نماز جمعہ کے لیے وضو کر رہے تھے کہ ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ جس سے جانبر نہ ہوسکے اور روح قفس عنصری جدا ہوکر ملأ اعلیٰ کی بلندیوں پر جا پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوانحی مآخذ:

۱- مولانا کے علم وفضل کے اعتراف میں مجلّہ ''نور توحید'' لکھنؤ نے ایک اشاعت خاص ''مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نمبر'' نکالا تھا جو افسوس ہے کہ اب عام طور پر دستیاب نہیں ہے۔

۲- مولانا ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی نے ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں علامہ سیف بنارسی کے حالات لکھے، چونکہ وہ معاصر سوانح نگار ہیں اس لیے اس مضمون کی تاریخی اہمیت ہے۔

۳- مولانا محمد عزیر شمس نے "حیاة المحدث شمس الحق وأعماله" میں گراں قدر متفرق معلومات کو یکجا کرتے ہوئے علامہ بنارسی کے حالات لکھے کیونکہ

وہ علامہ شمس الحق کے تلمیذ رشید تھے۔

۴۔مولانا محمد مستقیم سلفی نے ”علامہ محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی اور ان کی تصانیف“ کے عنوان سے چار اقساط پر محیط مضمون لکھا جو ماہنامہ ”محدث“ اعظم گڑھ کی ستمبر تا دسمبر ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے ”سیرت ثنائی“ اور ”استاد پنجاب“ میں، ملک عبدالرشید عراقی نے ”چالیس علمائے اہل حدیث“ اور ”تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء“ میں، مولانا محمد اسحاق بھٹی نے ”برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن“ میں اور ڈاکٹر عبدالغفور راشد نے ”مسلک اہل حدیث پر ایک نظر“ کے مقدمے میں لکھے ہیں۔ان کے علاوہ بھی مختلف تذکرہ نگاروں نے مولانا بنارسی کے حالات جستہ جستہ قلمبند کیے ہیں۔(۱)

(۱)دفاع صحیح بخاری: (۴۲-۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد لله الذى أورثنا علم النبي (ﷺ) وجعله لنا أحسن المواريث والصلوة والسلام على رسوله محمد الذي أوتي جوامع الكلم وخير الأحاديث، وعلى آله وأصحاب الذين ورثوا العلم وصاروا به ملاويث، وعلى أتباعهم الذين أشاعوا سنن نبيهم وقمعوا أهل البدع كالبراغيث۔

امابعد: پہلی امتیں جو آسمانی کتابوں کی وارث بنی تھیں، وہی ان کتابوں کی محافظ بھی مقرر کی گئی تھیں، جیسا کہ قرآن کی سورہ مائدہ میں بیان ہوا ہے: ﴿استحفظوا من كتاب الله وكانوا عليه شهداء﴾ (۱) (وہی لوگ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے اور وہی لوگ اس کے کتاب خدا ہونے پر شاہد تھے) لیکن ان لوگوں نے نفسانی خواہشوں اور دنیا کی لالچوں میں پھنس کر ان کتابوں کو پس پشت ڈال دیا تھا، جیسا کہ سورہ آل عمران میں فرمایا: ﴿فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا﴾ (۲) (انہوں نے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور اس کے عوض دنیا کی متاع قلیل لے بیٹھے) یہی نہیں بلکہ اس کتاب میں من مانی تحریف بھی کرنی شروع کردی تھی، جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشاد ہوا ہے: ﴿يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظا مما ذكروا به﴾ (۳) (کلمات کو اس کی جگہ سے

---

(۱) المائدہ: ۴۴۔ (۲) آل عمران: ۱۸۷۔

(۳) المائدہ: ۱۳۔

بدلتے اور جن امور کی نصیحت کیے گئے تھے اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے تھے) اس لیے اللہ تعالی نے آخر میں ایسی ایک کتاب نازل فرمائی جس کی حفاظت کا بار بجائے اس کے کہ کسی انسان کے کاندھوں پر ڈالا جاتا خود اپنے ذمہ لے لیا اور سورہ حجر میں فرمایا: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (۱) (بیشک ہم ہی نے اس نصیحت نامہ کو بھیجا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں) پس جب قرآن مجید کا محافظ وہ خود ہوا تو اسی کو اس کا جامع بھی ہونا چاہیے تھا، چنانچہ اس نے اس کا بھی ذمہ لیا اور سورہ قیامہ میں اعلان فرمادیا: ﴿إن علينا جمعه وقرآنه﴾ (۲) (بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور ترتیب دینا) سبحان اللہ جل جلالہ۔

مسلمان مصنفین اور واعظین نے چونکہ ان امور پر غور نہیں فرمایا اس لیے ان کے قلم اور زبان سے بکثرت یہ جملہ شائع ہوکر مشہور ہوگیا کہ قرآن مجید کے جمع کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (حالانکہ وہ محض ناقل اور ملکوں میں اس کو پھیلانے والے تھے) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین اسلام کو ایک سند ہاتھ آئی اور اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردی، عیسائی حضرات نے اس میں سب سے سبقت کی انہوں نے دیکھا کہ خود تو ہم اصلی صحیفۂ ربانیہ کھو چکے ہیں، لاؤ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کو بھی ہم غیر اصلی کہنا شروع کردیں، چنانچہ ان کے پادریوں اور مصنفوں نے شور مچانا شروع کیا کہ قرآن مجید ناقص ہے، یہ انسانوں کا جمع کیا ہوا ہے، لہذا یہ بھی غیر معتبر ہے، اور ثبوت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قرآن ہونے کا حوالہ پیش کیا، چنانچہ زمانۂ حال کا مشہور عیسائی مصنف، پادری اکبر مسیح، اپنی کتاب تاویل القرآن کے تیسرے باب ص ۲۷ میں تاریخ قرآن پر ریویو کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

---

(۱) حجر: ۹۔ (۲) القیامۃ: ۱۷۔

''موجودہ قرآن خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مرتب کیا ہوا ہے جو کہ اس قرآن کا کچھ تھوڑا سا حصہ ہے جو محمد (ﷺ) پر اترا تھا، قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ ساقط ہو گیا اور جو بچ گیا وہ بد نظمی سے مرتب ہوا''۔

اسلام کی نئی مدمقابل سوسائٹی جو آریہ سماج کے نام سے مشہور ہوئی اس نے بھی عیسائیوں کی پوری کاسہ لیسی کی، چنانچہ آگرہ کے اخبار'' آریہ مسافر'' میں پنڈت بھوجدت آنجہانی ایڈیٹر نے ایک طویل مضمون لکھا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''قرآن الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ انسانی دماغ کا نتیجہ ہے اور صحابہ کی مرتب کی ہوئی کتاب ہے''۔

اس لیے میں نے مارچ ۱۹۲۲ء میں ایک مضمون جمع قرآن سے متعلق لکھ کر اخبار ''اہلحدیث'' امرتسر جلد ۱۹ کے نمبر ۱۸-۱۹-۲۰ میں شائع کرایا اور آخر میں وعدہ کیا کہ اسی چیز کو تفصیل سے رسالہ کی صورت میں شائع کروں گا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق بخشی اور مجھے احباب میں سرخرو کیا، میں نے اس کتاب کو دو بابوں میں منقسم کیا ہے، باب اول جو تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس میں بدلائل واضح ثابت کر دیا گیا ہے کہ موجودہ قرآن مجید اسی ترتیب کے ساتھ عہد نبوی میں جمع کیا جا چکا تھا، دوسرے باب میں اس امر کا ثبوت ہے کہ احادیث نبویہ آخری زمانہ رسالت اور عہد صحابہ میں کتابی صورت میں جمع کی جا چکی تھیں نہ کہ دوسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں جیسا کہ مشہور ہے، والآن أشرع في المقصود، متوکلا علی واجب الخیر والجود۔

راقم آثم

محمد ابوالقاسم

ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ

پہلا باب

جو قرآن مجید اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالی نے حضرت جبریل علیہ السلام کی معرفت اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، اور اسی ترتیب پر ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے عہد سعادت میں لکھوایا، صحابۂ کرام کو یاد کرایا، اور خود پڑھا، نہ اس کے کلمات میں کمی بیشی ہوئی، نہ اس کی ترتیب میں تبدیلی ہوئی، اس دعوی کی دلیلیں ذیل کی فصلوں میں ملاحظہ ہوں:

فصل اول
جامع قرآن، خدائے رحمٰن ہے

دلائل قرآنیہ ،

دلیل اول: اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إن علينا جمعه وقرآنه﴾ (۱) اس آیت میں تاکید جملہ کے لیے إنَّ اور حصر کے لیے علينا مقدم کیا گیا ہے، مطلب یہ ہوا کہ جمع قرآن صرف ہمارا ہی کام ہے اور ہم اسے ضرور ضرور کریں گے۔ جمع کی صورتیں دو اور صرف دو ہی ہیں:

(۱) جمع صدر یعنی سینوں میں محفوظ ہونا۔

(۲) جمع مکتوبی یعنی تحریر کی صورت میں جمع ہونا۔

اول یعنی جمع صدر کی بابت ارشاد ہے: ﴿بل هو آيات بينات في

(۱) القیامۃ: ۱۷۔

صدور الذین أوتوا العلم﴾ (۱) یعنی یہ کتاب روشن آیات کا مجموعہ ہے جو علم والوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

دوم یعنی جمع کتوبی (جو ہمارا مضمون ہے اس) کی بابت آیات ذیل ملاحظہ ہوں:

مکی آیات

۱- سورہ طور میں ارشاد ہے: ﴿وکتاب مسطور، في رق منشور﴾ (۲) یعنی یہ کتاب (قرآن جس کو جمع مکتوبی کے لحاظ سے کتاب فرمایا) کشادہ اوراق میں لکھی ہے۔ عربی زبان میں رق پتلے چمڑے کو کہتے ہیں جس پر اگلے (۳) زمانہ میں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ صراح میں ہے: "رق بالفتح، پوست آہو کہ بروے نویسند" (۴)۔ قاموس میں ہے: "رق" جلد رقیق یکتب علیه (۵) (باریک کھال جس پر لکھا جاتا ہے) اس کی تائید عمارہ بن غزیہ کی روایت "قطع الادیم" سے ہوتی ہے جو فتح الباری میں ہے: "إنما كان في الاديم أولا قبل أن يجمع في عهد أبي بكر" (۶) یعنی عہد ابی بکر رضی اللہ عنہ کے جمع سے پیشتر قرآن مجید پہلے قطعات ادیم یعنی چمڑہ پر لکھا جاتا تھا۔

۲- ﴿إنه لقرآن كريم في كتاب مكنون لا يمسه إلا المطهرون﴾ (۷) یعنی یہ قرآن عزت والا ہے، محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے، اس کو پاک لوگ (صحابہ کاتبان وحی لکھنے کے وقت) چھوتے ہیں۔ اس آیت میں کاتبین قرآن کی طہارت اور صفائی کا بیان ہوا ہے، جس سے حفاظت کے لیے احتیاط کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اس کی تفصیل تیسری آیت میں ملاحظہ ہو:

---

(۱) العنکبوت: ۴۹۔ (۲) الطور: ۲-۳۔

(۳) اگلے سے مراد پچھلے ہے۔ (۴) صراح ص ۲۰، باب القاف، فصل الراء۔

(۵) القاموس المحیط ص: ۱۱۴۵، باب القاف، فصل الراء، جلد رقیق یکتب فیہ۔

(۶) فتح الباری ۸/۶۳۳، حدیث: ۴۹۸۶، باب جمع القرآن۔ (۷) الواقعۃ: ۷۷-۷۹۔

۳- ﴿في صحف مكرمة، مرفوعة مطهرة، بأيدي سفرة، كرام بررة﴾ (۱) یعنی یہ قرآن عزت والے، بلند قدر، پاکیزہ صحیفوں میں، بزرگ اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں سے (لکھا ہے)۔ اس آیت میں قرآن کے لکھنے والے صحابہ کی نیکی اور بزرگی نیز ان کا عمل واعتقاد دونوں میں درست ہونا بیان ہوا ہے، جس کی وجہ سے کمی بیشی کا شبہ اور خیانت کا احتمال پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

۴- ﴿بل هو قرآن مجيد، في لوح محفوظ﴾ (۲) یعنی یہ بزرگ قرآن (لکھا جاتا ہے) تختہ استخوان میں جو حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔ لوح کہتے ہیں کاندھے کی چوڑی ہڈی کو۔ صراح میں ہے "لوح کتف دہر چہ پہن باشد از استخوان وچوب وتختہ" (۳) یعنی لوح کہتے ہیں کتف کو اور ہڈی، لکڑی، تختہ سے جو چوڑے ہوں، کتف کی بابت مجمع البحار میں ہے: "هو عظم عريض في أصل الحيوان كانوا يكتبون فيه لقلة القراطيس عندهم" (۴) یعنی چوڑی ہڈی جس پر لوگ کاغذ کی کمی کی وجہ سے لکھا کرتے تھے (کاغذ کا رواج حجاز میں خلیفہ اول کے وقت سے ہوا ہے اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے قرآن مجید کو کاغذوں پر لکھوایا ہے، جیسا کہ موطأ (☆) میں ہے: "جمع أبوبكر القرآن في قراطيس" (۵) لوح وکتف کے بارے میں صحیح بخاری میں آیا ہے کہ جب آیت ﴿لا يستوى القاعدون... الآية﴾ (۵) نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ

---

(۱) عبس: ۱۳-۱۶۔ (۲) بروج: ۲۱-۲۲۔ (۳) صراح: ص: ۱۰۹، باب الحاء، فصل اللام۔

(۴) مجمع البحار: ۴/۳۷۳، ھو عظم عریض فی أصل کتف الحیوان، کانوا یکتبون فیہ لقلۃ القراطیس عندھم (باب الکاف)

(☆) یہاں موطأ سے مراد موطأ ابن وہب ہے۔

(۵) فتح الباری: ۸/۶۳۲، حدیث: ۴۹۸۶، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، اور دیکھیے۔ مختصر قيام الليل للمروزى، ص: ۲۳۳، الأحاديث التي خولف فيها مالك بن أنس، ص: ۵۰۔

(۶) لايستوي القاعدون من المؤمنين غير أولي الضرر والمجاهدون في سبيل الله بأموالهم وأنفسهم على القاعدين درجة وكلا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيما (النساء: ۹۵).

نے فرمایا: "أدع لی زیدا ولیجیئی باللوح والدواۃ والکتف" (۱) یعنی زید (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ (اور کہہ دو کہ قلم) اور دوات اور شانہ کی ہڈی لے کر حاضر ہو۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید لوح یعنی چوڑی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا، پھر بحفاظت رکھ دیا جاتا، اسی کو اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "في لوح محفوظ"۔

یہاں تک مکی آیتوں کا ذکر تھا، جن سے مکہ معظمہ میں قرآن مجید کی کتابت بحفاظت کا حال معلوم ہوا، اور اس کا اقرار کفار مکہ کو بھی تھا کہ محمد (ﷺ) قرآن لکھوایا کرتے ہیں، جیسا کہ مکی سورت سورہ فرقان (۲) میں اکتتبها صاف موجود ہے، مفصل تیسری دلیل میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ تمام کتب تاریخ وسیر وکتب احوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مرقوم ہے کہ وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور ان کو لکھا ہوا قرآن پڑھتے ہوئے پایا۔ آخر میں کہنے لگے: اعطوني الكتاب الذي عندكم أقرأه" (۳) یعنی یہ لکھا ہوا قرآن جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے دینا، میں بھی اسے پڑھوں۔ معلوم ہوا کہ مکہ سے ہی صحابہ میں قرآن لکھنے کا رواج ہوگیا تھا۔ یہ واقعہ ایسا مشہور ہے کہ سرولیم میور (Sir William Muir) انگریز نے اپنی کتاب لائف آف محمد جلد اول ص ۵ مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ جب اس زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھ لی جاتی تھیں تو پیغمبر اسلام کے قوت پانے کے بعد قرآن کے نسخے بکثرت بڑھ گئے ہوں گے۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبی ﷺ، حدیث: ۴۷۰۴۔

(۲) الفرقان: ۵۔

(۳) سنن دار قطنی: ۱/۱۲۱، باب فی النہی للجنب والحائض عن القراءۃ، حدیث: ۴۴۱۔

مدنی آیات

اب بعض مدنی آیتیں ملاحظہ ہوں جن میں قرآن کے مکتوب ہونے کا بہت زیادہ ذکر ہے:

۱/۵- ﴿رسول من الله يتلو صحفا مطهرة﴾ (۱) یعنی اللہ کے رسول نوشتۂ پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر فتح الباری میں یوں مرقوم ہے:

"قد أعلم الله في القرآن بأنه مجموع في الصحف في قوله يتلو صحفا مطهرة .. الآية وكان القرآن مكتوبا في الصحف"۔ (۲) یعنی اللہ نے آیت مذکور میں خبر دی ہے کہ قرآن مجید صحیفوں میں مکتوب و مجموع ہے۔

۲/۶-سارے قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر اس کتاب کا نام الکتاب (یعنی مکتوب) آیا ہے، شروع میں ہی ہے: ﴿ذلك الكتاب لا ريب فيه﴾ (۳) اس کتاب میں شک کا دخل نہیں ہے۔

پس اللہ تعالی نے اپنے وعدہ کے موافق دونوں مذکورہ صورتوں (جمع صدر و جمع مکتوبی) کے ذریعہ سے قرآن کو زمانۂ نبوت ہی میں جمع کرا دیا تھا، اور ان دونوں صورتوں کو باہم اس لیے مقرر فرمایا کہ بسا اوقات کتابت میں غلطی ہو جاتی ہے تو اس کی اصلاح ضبط صدر (حافظہ) سے ہو جائے گی۔ اور حافظہ میں نسیان یا سہو واقع ہو تو ضبط کتاب سے غلطی رفع ہو جائے گی۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ حفاظت قرآن کے لیے ہر دو امور (ضبط صدر و ضبط مکتوبی) کا بہت خیال رکھتے تھے۔ صحابۂ کرام کو یاد بھی کرا دیتے۔

---

(۱) بینہ:۲۔

(۲) فتح الباری: ۸/۶۲۹-۶۳۰، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث: ۴۹۸۶۔

(۳) بقرہ:۲۔

چنانچہ حدیث (۱) بئر معونہ میں جو ستر (۷۰) قراء شہید ہوئے ان قراء کی بابت فتح الباری میں ہے: "الذین اشتہروا بحفظ القرآن" (۲) (یعنی یہ ستر صحابہ قرآن کے مشہور حافظوں میں سے تھے) اسی طرح ان کو لکھوا بھی دیتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث زید کو لکھنے کے لئے بلانے کی اوپر گزری اور آئندہ بھی مذکور ہوں گی، ان شاء اللہ۔

دوسری دلیل: سورہ فرقان میں فرمایا: ﴿وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ﴾ (۳) یعنی کافروں نے کہا کہ سارا قرآن محمد (ﷺ) پر ایک ہی بار کیوں نہ اتارا گیا، اس کے جواب میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کے تھوڑا تھوڑا اتارنے کی دو وجہیں بیان فرمائیں: ﴿کذلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا﴾ (۴) اول تثبیت فؤاد یعنی ضبط صدر دوم ترتیل یعنی ضبط کتابی۔ ترتیل لغت میں ہم جنس اشیاء کو عمدہ طور پر باترتیب رکھنے کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے: "الرتل حسن تناسق الشيء" (۵) اساس البلاغت (۶) میں ترتیل کے معنی حسن تالیف بھی مذکور ہیں، اور حسن تالیف کی ایک صورت یہ ہے کہ جن کلمات سے کلام مرکب ہو، ان کو مضمون نویسی میں مناسب موقع پر رکھا جائے، اور یہی ضبط کتابی ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم أحد، حدیث: ۴۷۸، صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ إذا نزلت بالمسلمین نازلۃ، حدیث: ۶۷۷۔

(۲) فتح الباری: ۸/۶۶۴، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب رسول اللہ ﷺ۔

(۳) الفرقان: ۳۲۔

(۴) الفرقان: ۳۲۔

(۵) القاموس، ص: ۱۰۰۳، باب اللام، فصل الراء، لسان العرب: ۱۱/۲۶۵، فصل الراء، تاج العروس: ۲۹/۳۲، رت ل۔

(۶) اساس البلاغۃ۔ میں نے اس کو اساس البلاغت میں نہیں پایا، البتہ یہ معنی مندرجہ ذیل مصادر میں مذکور ہے: لسان العرب: ۱۱/۲۶۵، فصل الراء، القاموس المحیط، ص: ۱۰۰۳، باب اللام، فصل الراء، تاج العروس: ۲۹/۳۲۔

ترتیب آیات

آیت مذکورہ سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمع صدر اور جمع مکتوبی ہر دو میں آیات کی ترتیب بھی اللہ تعالی کی مقرر فرمائی ہوئی ہے، اس کا بیان اس طور پر ہے کہ آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوا کرتا، لیکن جمع کی ترتیب (جس کا ذکر اس حدیث میں ہے: "كان النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) مما تنزل عليه الآيات فيدعوا بعض من يكتب له ويقول له ضِع هذه الآية في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا" (۱) یعنی آپ پر جب آیتیں اترتیں تو کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو، یہ ترتیب اللہ تعالی ہی کی طرف سے القاء ہوتی، جیسا کہ سورہ نجم میں فرمایا: ﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى﴾ (۲) یعنی دین سے متعلق جو کچھ آپ فرمائیں وہ سب وحی خدا ہوتا ہے، آپ کی خواہش کو اس میں دخل نہیں ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت: ﴿واتقوا يوما ترجعون فيه إلى الله .. الآية﴾ (۳) نازل ہوئی، فقال جبريل للنبي صلی اللہ علیہ وسلم ضِعها على رأس مائتين وثمانين من سورة البقرة" (۴) تو جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس آیت کو سورہ بقرہ کی دو سو اسی آیت کے بعد لکھوائیے گا، موجودہ قرآن میں اس آیت کا نمبر ۲۸۱ ہے، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت نمبر وار اور ترتیب سے ہے، نیز یہ ترتیب توقیفی یعنی من جانب اللہ ہے، علاوہ ازیں سنن ابی داود میں آیا ہے: "كان النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) لا يعرف فصل

---

(۱) سنن ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب من جہر بہا، حدیث: ۷۸۶۔

(۲) النجم: ۳-۴۔ (۳) البقرۃ: ۲۸۱۔

(۴) تفسیر خازن: ۱/۲۱۳، بتحقیق محمد علی شاہین، ط: ۱۴۱۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، تفسیر بغوی: ۱/۳۴۷، تفسیر قرطبی: ۳/۳۷۵۔

السورة حتى تنزل بسم الله الرحمن الرحيم" (۱) یعنی جب تک بسم اللہ نہ اترتی آپ کو سورہ پوری ہو جانے کا علم نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) ہر سورہ کی بسم اللہ منزل من اللہ اور آیت قرآنی نیز اس سورہ کا جزء ہے۔

(۲) جب کہ بسم اللہ ایک سورہ کی انتہا اور دوسری سورہ کی ابتداء کی علامت ہے، تو جب تک ہر سورہ کی آیتیں شروع سے آخر تک کسی خاص ترتیب میں مرتب نہ ہوں کسی خاص سورہ کے خاتمہ کا علم نہیں ہوسکتا۔

(۳) سورتوں کا فصل وحی ربانی سے ہے، اجتہادی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ترتیب آیات کا مسئلہ خود قرآن سے ثابت ہے، قرآن خود شہادت دیتا ہے کہ وہ زمانۂ نزول میں لکھا جاتا رہا ہے، اور روایت بالا سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) قرآن کو خود بڑے اہتمام سے لکھواتے تھے، اتقان میں ہے: كتابة القرآن ليست بمحدثة فانه (ﷺ) كان يأمر بكتابته۔ (۲) یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نئی بات نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے اسے خود اپنے حکم سے لکھوایا تھا۔

تیسری دلیل: کفار مخالفین اسلام کو بھی اس بات کا اقرار تھا کہ آنحضرت ﷺ قرآن لکھواتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ان کا مقولہ منقول ہے: ﴿وقالوا أساطير الأولين اكتتبها فهي تملى عليه بكرة وأصيلا﴾ (۱) یعنی کافر کہتے ہیں

---

(۱) سنن ابو داود، كتاب الصلاة، باب من جهر بها، حديث: ۷۸۸. (صحيح).

(۲) البرہان: ۱/۲۳۸، الاتقان: ۱/۱۲۹۔

(۱) الفرقان: ۵۔

کہ یہ قصے ہیں پہلوں کے جن کو آنحضرت ﷺ نے لکھوایا ہے، پس یہ لکھ کر سنائے جاتے ہیں، آپ کو ہر صبح وشام۔ طبرانی اوسط میں ہے، حضرت زید کاتب وحی فرماتے ہیں: "فإذا فرغت قال اقرء فأقرء ہ فإن کان فیه سقط أقامه" (۲) یعنی میں جب لکھ چکتا تو آپ فرماتے کہ اسے سناؤ، میں پڑھتا، اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ اس کی اصلاح کرادیتے، پس دیکھو قرآن مجید کے لکھے جانے کی بابت کافروں نے جو کہا تھا واقعہ کے کس قدر مطابق تھا۔

چوتھی دلیل: قرآن مجید میں کسی آیت یا سورہ کا جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ بھی موجودہ جمع وترتیب کو من جانب اللہ ثابت کرتا ہے، چنانچہ سورہ ہود میں فرمایا: ﴿قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات﴾ (۳) (یعنی لے آؤ دس سورتیں اس کے مثل گڑھ کر)، یہ حکم سورہ ہود میں دیا گیا ہے جو گیارہویں سورہ ہے، اس سے پیشتر واقعی دس ہی سورتیں ہیں۔ اسی طرح سورہ نساء میں فرمایا: ﴿وما يتلى عليكم في الكتاب في يتامى النساء﴾ (۴) اس آیت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ علی اختلاف الاقوال آیت میراث یا ﴿وآتوا اليتامى أموالهم﴾ (۵) یا ﴿وإن خفتم ألا تقسطوا في اليتامى﴾ (۶) ہے، اور یہ سب آیتیں اسی سورہ کی ہیں اور پہلے واقع ہیں۔ علی ہذا القیاس سورہ حج میں فرمایا: ﴿وأحلت لكم الأنعام إلا

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی: ۲/۲۵۷، حدیث: ۱۹۱۳، مجمع الزوائد: ۱/۱۵۲، حدیث: ۶۸۳۔

قال الإمام الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله موثقون، إلا أن فيه "وجدت في كتاب خالي"، فهو وجادة.

امام ہیثمی کہتے ہیں: امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ روایت ذکر کی ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، مگر اس میں ہے کہ "میں نے اس کو اپنے ماموں کی کتاب میں پایا" تو یہ "وجادہ" ہے۔ (وجادہ روایت حدیث کی ایک قسم ہے)

(۳) ہود: ۱۳۔

(۴) النساء: ۱۲۷۔

(۵) النساء: ۲۔

(۶) النساء: ۳۔

ما یتلی علیکم﴾ (۱) اس آیت میں جن حرام جانوروں کی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سب اس سورہ سے پہلے کی سورتوں میں واقع ہیں، یعنی سورہ بقرہ، سورہ مائدہ، سورہ انعام اور سورہ نحل، اس کے بعد کسی سورہ میں تا آخر قرآن نہیں ہیں، اسی حسن ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کو ''کلام موصول'' بھی فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ولقد وصلنا لهم القول لعلهم يتذكرون﴾ (۲) فتذکر۔

فصل دوم

دلائل از احادیث

دلیل اول: جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بلحاظ کلمات وترتیب وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کو حفظ تھا، صحابہ کو حفظ کرایا تھا اور اپنی زندگی میں لکھوایا تھا، نیز بطور ورد وظیفہ کے اسی کی تلاوت کرتے تھے، اس دعوی کی دلیلیں نمبروار ملاحظہ ہوں:

۱۔ مسند احمد وابوداؤد وابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ وفد بنی ثقیف کے پاس شب کو جا کر ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایک شب کو آپ معمول کے خلاف دیر کر کے تشریف لائے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ وجہ تاخیر کیا ہے، آپ نے فرمایا: "انه طرء علی جزئی من القرآن فکرهت ان أجیء حتی أتمه، قال أوس: سألت أصحابه کیف تحزبون القرآن؟ قالوا: ثلاث وخمس وسبع وتسع واحدی عشرة وثلاث عشرة وحزب المفصل وحده" (۳) یعنی میری کچھ منزل قرآن مجید کی پڑھنے

---

(۱) الحج: ۳۰۔ (۲) القصص: ۵۱۔

(۳) مسند احمد: ۴/ ۳۴۳، حدیث: ۱۶۲۱۱، سنن ابوداؤد، کتاب الصوم، باب تحزیب القرآن، حدیث: ۱۳۹۵، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی کم یستحب ختم القرآن، حدیث: ۱۳۴۵۔ اس کی سند ضعیف ہے، لیکن اس کا مفہوم ثابت ہے۔

سے رہ گئی تھی تو مجھے پسند نہ آیا کہ اسے نا تمام چھوڑ کر آؤں۔ اوس رضی اللہ عنہ (صحابی راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کی منزلیں کیسے پڑھا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہماری منزلیں یہ ہیں: تین سورتیں فاتحہ سے مائدہ تک۔ گو یہ چار سورتیں ہوتی ہیں، لیکن اس میں سورہ فاتحہ کا ذکر استغناء نہیں کیا ہے، اس لیے کہ وہ أم القرآن (مستقل قرآن) ہے، اور مشہور ہے، پانچ سورتیں (مائدہ سے یونس تک) سات سورتیں (یونس سے بنی اسرائیل تک) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے شعراء تک) گیارہ سورتیں (شعراء سے والصافات تک) تیرہ سورتیں (والصافات سے سورہ قاف تک) اور مفصل سورتیں (قاف سے آخر قرآن تک ۶۵ سورتیں جو مفصل کہلاتی ہیں) سب کی سب ایک دفعہ۔ انتہی۔

اس روایت سے قرآن پاک کی سات منزلیں ثابت ہوئیں جو فمی بشوق کے نام سے مشہور ہیں اور موجودہ قرآن میں اسی طرح ہیں جس طرح صحابہ کرام عہد نبوی میں قرآن مجید کی منزلیں رکھتے اور پڑھتے تھے، کیونکہ راوی حدیث اوس بن حذیفہ خود صحابی ہیں اور ثقیف کے اس وفد کے ایک فرد ہیں جو طائف سے مدینہ رمضان ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے بعد آیا تھا (۱)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کے وقت ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے، چند دنوں کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے، پھر عہد نبوی میں دوبارہ مدینہ نہ آسکے، لہذا اوس رضی اللہ عنہ نے اسی زمانہ میں ان صحابیوں سے منازل قرآنیہ کو پوچھ لیا تھا، جن کو صحبت پیغمبر علیہ السلام میں کئی سال گزر چکے تھے، نیز اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی التزاما قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، اور اسی کے آپ مامور بھی تھے، قال الله: ﴿اتل ما أوحي إليك من الكتاب﴾ (۲) اور چونکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے، اس لیے جب

---

(۱) دیکھیں: الطبقات الکبری لابن سعد: اوس بن حذیفۃ الثقفی: ۵/۵۱۰۔ (۲) العنکبوت: ۴۵۔

تک کسی خاص ترتیب سے حفظ نہ کریں تلاوت مشکل ہے۔ اسی واسطے مولانا بحر العلوم شرح مسلم میں لکھتے ہیں: "ظهر من هذا ان الترتيب الذي يقرء عليه القرآن ثابت عن النبي ﷺ" (۱) یعنی جس ترتیب سے آج قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہ وہی ہے جس ترتیب سے آنحضرت ﷺ تلاوت کیا کرتے تھے۔

۲-قرآن مجید کا ایک خاص ترتیب میں ہونا صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے، "يعرض القرآن على النبي (ﷺ) كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض" (۲) یعنی ہر سال آپ پر ایک بار قرآن سنایا جاتا اور وفات کے سال دوبار سنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ دور میں جب تک کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہ ہو کسی کتاب کے (جس کے اجزاء متعدد اور مضامین مختلف ہوں) کامل ختم کرنے میں سخت دشواری ہوتی ہے، پس وہ ترتیب وہی ہے جو ابوداود کی روایت بالا میں بیان ہوئی اور وہی اس وقت کی بھی موجودہ ترتیب ہے، چنانچہ مسند احمد میں بطریق عبیدہ سلمانی مروی ہے: "ان الذي جمع عليه عثمان الناس يوافق العرضة الأخيرة" (۳) یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس ایک قراءت پر تمام لوگوں کو اکٹھا کیا وہ قراءۃ اس قرآن کے موافق ہے جو آنحضرت ﷺ پر آخری بار پیش کیا گیا تھا، حافظ ابن کثیر نے بھی کتاب فضائل قرآن میں اسی طرح لکھا۔ (۴) وجہ اس کی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (جنہوں نے عہد نبوی میں ازخود قرآن کو جمع کیا تھا کما سیجیء، اور عہد صدیقی میں بفرمائش حضرت عمر صحیفہ میں

---

(۱) شرح بحر العلوم علی مسلم الثبوت، ص: ۳۱۲۔

(۲) کتاب فضائل القرآن، باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی ﷺ، حدیث: ۴۹۹۸۔

(۳) فتح الباری: ۹/ ۴۴، صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ۔

(۴) فضائل القرآن لابن کثیر، ص: ۸۶۔

نقل کیا تھا، پھر عہد عثمانی میں بھی انہیں زید نے اس صحیفہ کی متعدد نقلیں کی تھیں) وہ خود اس عرضۂ اخیرہ کے وقت حاضر تھے، جیسا کہ قسطلانی شرح بخاری میں ہے: "كان زيد شهد العرضة الأخيرة وكان يقرئ الناس بها حتى مات ولذلك اعتمده الصديق في جمعه وولاه عثمان كتابة المصاحف" (۱) یعنی زید بن ثابت پچھلے دور (مابین جبریل امین و نبی کریم) میں حاضر اور شریک تھے اور اپنی موت تک اسی کے مطابق لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کو جمع قرآن کی خدمت سپرد کی تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہی سے قرآن کی کئی نقلیں کرائی تھیں، لطف یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نہ محض عرضۂ اخیرہ کے وقت آنحضرت ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام کے دور کو ہی سنا بلکہ اپنا لکھا اور جمع کردہ قرآن بھی اسی وقت آنحضرت ﷺ کو سنایا اور اس کا مقابلہ بھی کرتے گئے تھے، جیسا کہ کتاب المعارف لابن قتیبہ میں ہے: "كان زيد آخر عرض النبي (ﷺ) القرآن على مصحفه وهو أقرب المصاحف من مصحفنا وكتب زيد لعمر رضي الله عنه" (۲) یعنی زید نے عرضۂ اخیرہ میں اپنا لکھا ہوا قرآن آنحضرت ﷺ پر پیش کیا اور سنایا، وہ قرآن ہمارے موجودہ قرآن جیسا تھا، اور انہی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (کہنے سے عہد صدیق میں خلیفہ کے) لیے قرآن لکھا تھا، یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ایک نسخہ لکھا تھا۔ (۳)

---

(۱) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للامام قسطلانی: ۷/۴۴۸-۴۴۹، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔

(۲) المعارف لابن قتیبہ، ص: ۵۹، تحقیق: صہیب بن سنان

(۳) فتح الباری: ۸/۶۳۰، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔

۳- مسند احمد اور سنن نسائی میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے: قال: "جمعت القرآن فقرأت به كل ليلة فبلغ النبي (ﷺ) فقال اقرأه في شهر" (۱) اسناده صحيح (۲) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عہد نبوی میں سارا قرآن جمع کیا تھا اور ہر رات کو سب پڑھ ڈالتا تھا، یہ خبر جب آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم دیا: "قال: إني أجد قوة، قال إقرء في عشرين، قال: إني أجد قوة، قال: إقرء في خمس عشر، قال: إني أجد قوة، قال: إقرء في عشر، قال: إني أجد قوة، قال: إقرء في سبع، ولا تزيدن على ذلك" (۳) عبد اللہ نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا تو بیس دن میں ختم کرو، عبد اللہ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے، فرمایا اچھا پندرہ دنوں میں، کہا مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہے، ارشاد ہوا کہ خیر دس دن میں سہی، عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ سکت رکھتا ہوں، حکم ہوا کہ بس سات شب میں ختم کرو، اس سے زیادہ کم زمانہ میں ختم نہ کرنا۔ اس روایت سے بھی قرآن مجید کی ایک خاص ترتیب ثابت ہوئی۔ ماہانہ ختم کے لحاظ سے قرآن پاک کی تقسیم تیس پاروں میں ہوتی ہے اور ہفتہ وار ختم سے سات منزلیں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) وہ بھی خاص زبان وحی ترجمان سے، اور حقیقت میں یہ سب اللہ پاک کی طرف سے ہے جس نے کہ خود ہی فرمایا ہے: "ورتلناه ترتيلا" (۴) كما مر۔

---

(۱) مسند احمد ۲/۱۶۳، سنن کبری للنسائی: ۵/۲۶، حدیث: ۸۰۱۰۔

(۲) فتح الباری ۹/۸۷، باب القراء من اصحاب رسول اللہ ﷺ، حدیث ۵۰۰۳۔

(۳) سنن ابو داود کتاب الصلاۃ، باب فی کم یقرأ القرآن، حدیث ۱۳۹۰، ومسند احمد ۲/۱۶۳، مسلک۔ (صحیح)

(۴) الفرقان ۳۲۔

دوسری دلیل: ذرا ان حدیثوں پر نگاہ ڈالو جن میں صحابہ کو قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کی ہدایتیں فرمائی گئی ہیں، اور ان پر ثواب کے وعدے کئے گئے ہیں جو کتب حدیث میں بکثرت روایت کی گئی ہیں، ان میں سے چند ہم نقل کرتے ہیں:

۱ - عن أبي سعيد قال: قال النبي ﷺ: أعطوا أعينكم حظها من العبادة والنظر فى المصحف والتفكر" (۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "آنکھوں کی عبادت کا حصہ آنکھوں کو دو، اور وہ قرآن کو دیکھ کے پڑھنا اور اس میں غور وفکر کرنا ہے"۔

۲- عن ابن مسعود قال. قال النبي ﷺ: "من سره أن يحب الله ورسوله فليقرء في المصحف"۔ (۲) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت رکھنی چاہتا ہے وہ قرآن دیکھ کر پڑھا کرے"۔

۳ - عن أوس الثقفى قال: قال النبي ﷺ: "قراء ة الرجل القرآن في غير المصحف ألف درجة، وقراء ته فى المصحف تضعف على ذلك الى ألفى درجة" (۳) حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے (جو وفد ثقیف میں آئے تھے، جنہوں نے صحابہ سے قرآن کی سات منزلیں دریافت کی تھیں، جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے، انہوں نے اپنی اسی آمد میں یہ بھی) آنحضرت

---

(۱) شعب الایمان: ۵۰۹/۳، حدیث: ۲۰۲۹، الجامع الصغیر تحقیق الشیخ الالبانی، حدیث: ۲۸۶۷، موضوع۔

(۲) الجامع الصغیر تحقیق الشیخ الالبانی، حدیث: ۱۱۲۳۵، حلیۃ الأولیاء: ۲۰۹/۷، ومعجم ابن مقرئ: ۵۰۰/۱، حدیث: ۴۹۸۔ (حسن)

(۳) شعب الایمان: ۵۰۷/۳، حدیث: ۲۰۲۶، مشکوۃ المصابیح تحقیق الشیخ الالبانی: ۴۹۰/۱، حدیث: ۲۱۶۷، کتاب فضائل القرآن، الجامع الصغیر تحقیق الشیخ الالبانی، حدیث: ۸۵۱۱۔ (فیہ ضعف)

ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ بغیر قرآن کے (یعنی زبانی) اس کی تلاوت کا ثواب ایک ہزار نیکی ہے، اور قرآن کھول کر دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دو ہزار ہوتا ہے۔

۴- عن عمرو بن اوس قال: قال النبي ﷺ: قراء تك نظرا تضاعف على قراء تك ظاهرا كفضل المكتوبة على النافلة۔ (۱) اوس کے بیٹے عمرو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس طرح فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت ہے اسی طرح قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کو فضیلت ہے زبانی پڑھنے پر۔

۵- عن عبادة بن الصامت قال قال النبي ﷺ: "أفضل عبادة أمتى قراء ة القرآن نظرا"۔ (۲) آپ نے فرمایا کہ میری امت کی افضل عبادت قرآن دیکھ کر پڑھنا ہے۔

۶- عن ابن عباس قال: قال النبي ﷺ: "من أدام النظر فى المصحف متع ببصره ما دام في الدنيا"۔ (۳) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کو ہمیشہ دیکھ کر پڑھا کرے گا جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے گا اس کی بینائی باقی رہے گی، یعنی خراب نہ ہوگی۔

۷- عن عبد الله بن زبير قال: قال ﷺ: "من قرء القرآن ناظرا حتى يختمه غرس الله له به شجرة فى الجنة"۔ (۴) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان قرآن کو شروع سے ختم تک برابر دیکھ کر پڑھے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ بہشت میں درخت لگائے گا۔ سبحان اللہ۔

---

(۱) الجامع الصغیر: حدیث ۶۱۱۴، جامع الأحادیث: ۱۳۵/۱۵، حدیث: ۱۵۱۷۶۔ (ضعیف)

(۲) شعب الإیمان: ۳۹۵/۳، حدیث: ۱۸۶۵، الجامع الصغیر تحقیق الالبانی، حدیث: ۲۹۷۲۔ (ضعیف)

(۳) الترغیب فی فضائل الأعمال لابن شاہین: ۲۱۸/۱، حدیث: ۱۹۳۔

(۴) شعب الإیمان: ۳۸۵/۳، حدیث: ۱۸۴۹، جامع الأحادیث: ۲۳۳/۲۱، حدیث: ۲۲۳۸۱، مستدرک حاکم: ۶۳۸/۳، حدیث: ۶۳۳۳۔ (ضعیف)

اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی لوگوں سے فرمایا کرتے تھے:

"قال ابن عمر رضي الله عنه: "إذا رجع أحدكم فليأت المصحف فليفتحه وليقرء فيه".(۱) یعنی جب تم گھر میں داخل ہو تو سب سے پہلے قرآن کھول کر پڑھ لیا کرو، پھر دوسرے کاموں میں مشغول ہو۔ ابن عمر کا خود اپنا عمل بھی اسی پر تھا جیسا کہ خیثمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "دخلت على ابن عمر وهو يقرء المصحف. (۲) یعنی میں ابن عمر کے مکان پر گیا تو وہ قرآن کھولے ہوئے تلاوت کر رہے تھے، ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا، كما سيجيء.

۸- عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ: "الغرباء في الدنيا أربعة .... مصحف في بيت لا يقرء فيه الخ. (۳) آپ نے فرمایا کہ دنیا میں وہ قرآن کسمپرسی کی حالت میں ہے جو کسی گھر میں ہو اور اس میں پڑھا نہ جائے۔

۹- وعنه قال: قال ﷺ: "إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما نشره ومصحفا ورثه". (۴) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو اس کے مرنے کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں سے جن کا ثواب اسے ملتا ہے علم ہے کہ اس کو پھیلایا اور نسخۂ قرآن ہے کہ اپنے وارث کے لیے چھوڑ گیا۔

مقام غور ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کو اپنی زندگی میں قرآن مجید کو گھر میں

---

(۱) فضائل القرآن لاقاسم بن سلام: ۱/۱۰۵، حدیث: ۸۰، وفضائل القرآن لابن کثیر: ۱/۲۱۱۔

(۲) فضائل القرآن لابن کثیر: ۱/۲۱۱۔

(۳) مسند الدیلمی: ۲/۳۲۳، الأحادیث المئۃ لابن طولون: ۱/۳۴، حدیث: ۲۹۔ (موضوع)

(۴) سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب ثواب معلم الناس الخیر، حدیث: ۲۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۴/۱۲۰، حدیث: ۲۴۹۰ (حسن)۔

رکھنے، اس کو دیکھ کر پڑھنے اور وارثوں کے لیے اس کو پیچھے چھوڑ جانے کی مؤکد ترغیبیں دلا رہے ہیں، پس اگر ہر صحابی کے پاس نہیں تو کم از کم ان کے ہر گھر میں تو ایک ایک نسخہ پورے قرآن مجید کا لکھا ہوا موجود ہوگا۔ ہاں ہاں یقیناً موجود تھا، جیسا کہ صحابہ خود کہتے ہیں: "بين أظهرنا المصاحف وقد تعلمنا ما فيها وعلمناها نساء نا وذرارينا وخدمنا" (۱) یعنی ہم صحابہ کے درمیان لکھے ہوئے قرآن موجود تھے جس سے ہم نے سیکھا، اپنے بچوں اور خادموں کو سکھایا۔ چنانچہ ان کے بچے بھی قرآن میں دیکھ کر پڑھتے تھے، جیسا کہ اسی مسند میں ہے: "إن رجلا جاء بابن له فقال: يا رسول الله ان ابنی يقرء المصحف بالنهار" (۲) یعنی ایک صحابی اپنے بچے کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور کہا کہ میرا یہ بچہ دن میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ذاکر خدا ہے۔

صحابہ کرام نے اس کثرت سے قرآن مجید کو لکھا اور لکھوایا اور ناظرہ خوانی شروع کی کہ آنحضرت ﷺ کو خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اسی لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ کر بیٹھیں اور اسے حفظ کرنا ترک کر دیں، تو آپ نے ان کے گھروں میں بکثرت لکھے ہوئے قرآنوں کو دیکھ کر یہ بھی فرمایا (جو آگے آتا ہے)۔

۱۰- عن أبي أمامة قال: قال النبي ﷺ: "لا تغرنكم هذه المصاحف المعلقة، إن الله لا يعذب قلبا وعى القرآن" (۳) آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ لکھے ہوئے قرآن کے نسخے جو تمہارے گھروں میں لٹکے ہوئے ہیں حفظ کرنے سے غفلت میں نہ ڈال دیں، کیونکہ اللہ تعالی اس شخص کو عذاب نہیں کرے گا

---

(۱) مسند احمد: ۲۶۶/۵، حدیث: ۲۲۲۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲۱/۷، حدیث: ۷۷۷۵۔ (صحیح)

(۲) مسند احمد: ۱۷۳/۲، حدیث: ۶۶۱۴، مجمع الزوائد: ۲۷۰/۲۔ (فیہ ابن لہیعۃ)

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰/۷، حدیث: ۳۴۷۳۲، خلق أفعال العباد للبخاری: ۸۷/۱۔ (الموقوف ثابت، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مرفوع حدیث کی بھی تصحیح کی ہے۔ فتح الباری: ۷۹/۹)

جس کے دل میں قرآن حفظ ہو۔

اللہ اکبر! معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں صحابہ نے قرآن کے بے شمار نسخے لکھ ڈالے تھے، فتلك عشرة كاملة۔

تیسری دلیل: جب قرآن مجید کتابی شکل میں بکثرت ہو گیا تو ضرور تھا کہ شارع ﷺ کی طرف سے اس کے آداب بھی بتائے جاتے، چنانچہ ارشاد ہوا: عن حكيم بن حزام ان النبي ﷺ قال: لا تمس القرآن الا طاهراً۔ (۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پاک کو طہارت کی حالت میں چھونا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم کتابی شکل کے لیے ہے، کیونکہ جو چیز ہاتھوں سے چھوئی جاسکے اسے خارج میں موجود ہونا چاہئے۔ لطف یہ کہ یہ حکم نہ محض مدینہ طیبہ کے صحابہ ہی کو دیا گیا، بلکہ دیگر ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان صحابہ موجود تھے یہی حکم تحریری صورت میں بھیجا گیا، چنانچہ یمن والوں کو عمرو بن حزم صحابی کی معرفت جو بہت سے احکام حدیثی آنحضرت ﷺ نے لکھوا کر روانہ فرمائے تھے (جس کا مفصل بیان اس کتاب کے دوسرے باب میں جمع وکتابت احادیث کی بحث میں آئے گا) اس میں ایک حکم یہ بھی تھا: أن لا يمس القرآن الا طاهرا۔ (۲) یعنی قرآن کو بجز پاک شخص کے اور کوئی نہ چھوئے۔ معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں یمن والوں کے پاس بھی لکھا ہوا قرآن بکثرت موجود تھا، پھر پایۂ تخت نبوت و دار الحکومت اسلام یعنی مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کے مکتوبی نسخے کتنی کثیر تعداد میں ہوں گے۔

خدا بس خوب می داند شمار نسخۂ قرآں

---

(۱) سنن دار قطنی: ۱/۲۹۸، حدیث: ۴۵۰، سنن کبری للبیہقی: ۱/۸۷، حدیث: ۴۱۲، مستدرک حاکم: ۳/۵۵۲، حدیث: ۶۰۵۱۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کا معنی نص قرآنی سے ثابت ہے، قال تعالى: لا يمسه إلا المطهرون۔ (الواقعۃ: ۷۹)

(۲) سنن کبری للبیہقی: ۱/۸۸، حدیث: ۴۱۷۔

چوتھی دلیل: دوسرا ادب قرآن پاک کی بابت یہ بتایا گیا: عن ابن عمر ان النبي ﷺ نهى أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو۔ (۱) وفی روایۃ أحمد نهى أن يسافر بالمصحف الخ۔ (۲) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دشمن کے ملک میں قرآن مجید کو ساتھ لے کر کوئی مسلمان نہ جائے۔ صحیح مسلم میں اتنا زیادہ ہے: "مخافة أن يناله العدو" (۳) (یعنی اس خوف سے کہ (بصورت شکست) دشمن اسے چھین لیں گے اور اس کی توہین کریں گے، دشمنوں کے ہاتھ میں جانے والا قرآن لکھا ہوا ہی ہوسکتا ہے، ورنہ قرآن کے ساتھ سفر کی ممانعت کے کیا معنی؟ جو قرآن سینوں میں محفوظ ہے اس کو اعداء چھین نہیں سکتے، اس لیے امام بخاری نے حدیث مذکور کے بعد لکھا ہے:

"وقد سافر النبي ﷺ وأصحابه وهم يعلمون القرآن"۔

کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اس حال میں سفر کیا ہے کہ وہ قرآن جانتے تھے یعنی ان کے سینوں میں حفظ تھا۔

گذشتہ دلائل نمبر ۲، نمبر ۳ و نمبر ۴ سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کے متعدد نسخے صحابہ کرام کے پاس عہد نبوی میں کتابی صورت میں جمع شدہ موجود تھے، وہ لوگ ان نسخوں میں تلاوت کرتے اور ختم کرتے تھے، جیسا کہ مجمع البیان میں ہے: 'ان القرآن كان على عهد النبي ﷺ مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن ...... وأن جماعة من الصحابة ختموا القرآن عليه عدة

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب السفر بالمصاحف الی أرض العدو، حدیث: ۲۹۹۰۔

(۲) فتح الباری: ۶/۱۳۳، کتاب الجہاد والسیر، باب کراھیۃ السفر بالمصاحف الی أرض العدو۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب النہی أن یسافر بالمصحف الی أرض الکفار إذا خیف وقوعہ بأیدیھم، حدیث: ۱۸۶۹۔

ختمات ... يدل على انه كان مجموعا مرتبا الخ" (۱) یعنی قرآن مجید آج جس ترتیب سے موجود ہے اسی ترتیب سے عہد نبوی میں جمع ہو چکا تھا، اور اسی ترتیب سے صحابہ نے آپ پر بہت سے ختم قرآن کے سنائے تھے، امام مالک فرماتے ہیں: "انما ألف القرآن على ما كانوا يسمعونه من النبي ﷺ"۔ (۲) یعنی قرآن کی ترتیب وہی ہے جو صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہے، حافظ نووی تبیان میں لکھتے ہیں: "ان القرآن كان مؤلفا في زمن النبي ﷺ على ما هو فى المصاحف اليوم"۔ (۳) یعنی قرآن آج جس ترتیب سے مصحفوں میں موجود ہے، یہ عہد نبوی کا ہی ترتیب دیا ہوا ہے، اور تو اور حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "ان القرآن كان مجموعا مؤلفا على عهد النبي ﷺ" (۴) یعنی یہ قرآن عہد نبوی کا ہی جمع کیا ہوا، اور ترتیب دیا ہوا ہے، پس یہ کہنا بالکل درست ہوگا۔

نہ تنہا من درین میخانہ مستم   جنید و شبلی و عطار شد مست

پانچویں دلیل: ترغیب نبوی سے جب کہ صحابہ کرام کے پاس قرآن مجید کی جلدیں بکثرت موجود تھیں تو کیا آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن پاک کی کوئی مکمل جلد موجود نہ ہوگی، ضرور موجود تھی، چنانچہ امام بخاری نے اس امر کا ایک خاص باب ہی منعقد کیا ہے، ملاحظہ ہو: باب لم يترك النبي (ﷺ) الا ما بين الدفتين۔ پھر بالاسناد روایت لائے ہیں: قال ابن عباس ومحمد بن الحنفية: ما ترك

---

(۱) تفسیر مجمع البیان للطبرسی، طبع ایران جلد اول، ص: ۵۔

(۲) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۷۰، البیان فی عد آي القرآن: ۱/۳۹، باب ذکر السنن والآثار التی لیما ذکر جمیل، فضائل القرآن، لابن کثیر: ص: ۱۴۳۔

(۳) التبیان ص: ۱۸۵، الباب التاسع فی کتابۃ القرآن واکرام المصاحف۔

(۴) ایضا ص: ۱۸۶۔

النبي ﷺ الا ما بين الدفتين۔ (۱) یعنی آنحضرت ﷺ نے پورا قرآن مجید دو چوبی دفتیوں کے درمیان میں (یعنی مجلد و مرتب) چھوڑا تھا، حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

کانوا یکتبون المصحف فی الرق ویجعلون له دفتین من خشب۔ (۲)

یعنی قرآن مجید چرمی اوراق میں مکتوب تھا، دو چوبی دفتیاں اس کے دونوں طرف تھیں، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: قالت أم یعقوب لقد قرأت مابین لوحَي المصحف الخ" (۳) یعنی میں نے قرآن مجید پڑھا تھا جو دو تختیوں کے درمیان میں تھا، صحیح بخاری کی روایت مذکورہ اس امر میں نص صریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کو مکمل و مرتب و مجلد چھوڑا تھا، اسی کو بوقت انتقال فرمایا: "ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما کتاب الله وسنتي" (۴) یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، ان کے رہتے تم گمراہ نہ ہوگے، قرآن مجید اور میری حدیث۔

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب من قال لم یترک النبی ﷺ الا ما بین الدفتین، حدیث: ۵۰۱۹۔

(۲) فتح الباری: ۱۰/۳۷۳، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة، حدیث: ۵۶۹۵، سنن ابوداود: کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، حدیث: ۴۱۷۱۔

(۴) مستدرک حاکم: کتاب العلم، حدیث: ۳۱۹، الجامع الصغیر: ۱/۲۹۳، حدیث: ۳۲۸۲۔

فصل سوم
آثار صحابہ

صحیح بخاری میں ہے: "عن أنس جمع القرآن على عهد النبي ﷺ أربعة كلهم من الأنصار أبيّ ومعاذ وزيد بن ثابت وأبوزيد، قلت: من أبوزيد قال: أحد عمومتي(۱) قال أنس: ونحن ورثناه" (۲) حضرت انس کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں چار انصاریوں نے قرآن جمع کیا تھا، حضرت ابی ومعاذ وزید بن ثابت وابوزید رضی اللہ عنہم، انس سے پوچھا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ جواب دیا کہ میرے چچا تھے، پھر انس نے کہا کہ ابوزید کا جمع کیا ہوا قرآن مجھے ورثہ میں ملا تھا۔ انتہی۔

انس کا مقولہ مذکورہ درحقیقت ایک سوال کا جواب ہے جیسا کہ بخاری کی دوسری حدیث میں مذکور ہے: "قال قتادة سألت أنسا من جمع القرآن على عهد النبي ﷺ: قال: أربعة الخ" (۳) اس روایت میں القرآن کا الف لام عہدی حضوری ہے جو هذا کے معنی میں ہے، قتادہ تابعی نے انس صحابی سے دریافت کیا کہ یہ قرآن (جو ہمارے زمانہ میں اس ترتیب سے جمع شدہ موجود ہے اس کو) عہد رسالت میں کن لوگوں نے جمع کیا تھا؟ حضرت انس نے قتادہ کو اسی قرآن زیر سوال کی بابت جواب دیا کہ انصار میں سے چار شخصوں نے، ابی رضی اللہ عنہ ومعاذ رضی اللہ عنہ وزید رضی اللہ عنہ وابوزید رضی اللہ عنہ۔

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب مناقب زید بن ثابت، حدیث: ۳۵۹۹، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بن کعب و جماعۃ من الانصار رضی اللہ عنہ، حدیث: ۶۳۹۴۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ، حدیث: ۵۰۰۳۔

حضرت زید کا اپنے لکھے ہوئے قرآن کو آنحضرت ﷺ پر عرضۂ اخیرہ میں پیش کرنے کا ذکر کتاب المعارف سے ہم نے صفحہ ۴۲ پر کر دیا ہے۔

حضرت ابوزید سعد بن عبید بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے حال میں اسد الغابہ میں ہے: هو أول من جمع القرآن من الأنصار۔(۱) یعنی انصار میں یہ اول جامع قرآن ہیں۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو سادے طور سے لکھا تھا اور جب عہد عثمانی میں لوگوں نے قرآن مجید کو مطلیٰ ومحلیٰ (چاندی اور سونے سے مزین) کیا، جیسا کہ منتخب کنز العمال میں ہے: "جمعوا القرآن على عهد عثمان وانهم فضضوا المصاحف" (۲) تو حضرت ابی سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: قال أبي بن كعب: "إذا حليتم مصاحفكم فعليكم الدمار" (۳) (۴) یعنی تم لوگوں نے اپنے قرآنوں کو مطلیٰ ومحلیٰ کیا ہے، اب تمہاری ہلاکت کا وقت آ گیا ہے، نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جيئ ابن مسعود بمصحف قد زين بالذهب فقال: انه أحسن ما زين به المصحف تلاوته" (۵) جب ابن مسعود کے سامنے ایسا قرآن پیش کیا گیا جو سونے سے مزین تھا تو فرمایا کہ قرآن مجید کی عمدہ زینت اس کی تلاوت کرنی ہے۔

---

(۱) أسد الغابة: ۲/۲۰۸، ۲۰۱۷۔

(۲) سنن کبری للبیہقی: حدیث: ۷۸۲۸، شرح السنة: ۴/۵۲۹، حدیث: ۱۲۳۳۔

(۳) مطبوع نسخہ میں ایسے ہی "فعليكم الدمار" ہے، لیکن متن حدیث "فالدمار عليكم" ہے۔

(۴) سنن سعید بن منصور: ۲/۴۸۶، حدیث: ۱۶۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/۵۳۹، حدیث: ۸۸۹۱، مصنف عبد الرزاق: ۴/۱۵۴، حدیث: ۵۱۳۲، بلفظ: فالدبار علیکم۔

(۵) سنن سعید بن منصور: ۲/۴۸۵، حدیث: ۱۶۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/۸۵، حدیث: ۸۷۵۵، شعب الایمان: ۳/۵۱۱، حدیث: ۲۰۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/۵۴۶، حدیث: ۳۰۸۶۲، مصنف عبد الرزاق: ۴/۳۲۳، حدیث: ۷۹۴۷۔

یہ عبداللہ بن مسعود بھی قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں میں سے ہیں، صحیح بخاری باب تالیف القرآن میں تالیف ابن مسعود کا ذکر موجود ہے(۱)، نیز آگے ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے منقول ہوگا، ان شاء اللہ، ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس بھی لکھا ہوا قرآن موجود تھا، صحیح مسلم میں ہے: عن أبي الأحوص قال كنا في دار أبي موسى مع نفر من أصحاب ابن مسعود وهم ينظرون في مصحف الخ" (۲) ابوالاحوص کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابوموسی اشعری کے گھر میں ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس تھے اور وہ لوگ لکھے ہوئے قرآن میں دیکھ رہے تھے، حافظ ابن کثیر فضائل قرآن میں لکھتے ہیں: عن ابن مسعود أنه كان اذا اجتمع إليه إخوانه نشروا المصحف، وقال ابن مسعود: "أديموا النظر في المصحف" (۳) یعنی ابن مسعود کے پاس جب لوگ جمع ہوتے تو قرآن کھول کر بیٹھ جاتے، حضرت ابن مسعود ان کو تاکیدا فرماتے کہ ہمیشہ قرآن دیکھ کر پڑھا کرو، غالبا ابن مسعود کو وہ مرفوع حدیث پہنچ گئی تھی جو فصل دوم کی دوسری دلیل کے نمبر ۶ (۴) میں بیان ہوئی ہے اور حدیث نمبر ۲ (۵) کے تو راوی وہی ہیں، ابن مسعود سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے: "يكتب المصاحف مضري" (۶) یعنی قرآن مجید کے لکھنے والے قبیلۂ مضر سے ہوں یعنی قریشی ہوں۔

غرض عہد نبوی میں قرآن مجید کو کتابی شکل میں لکھنے والوں میں پانچ شخصوں کا بیان ہو چکا، ابی رضی اللہ عنہ، معاذ رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ، ابوزید رضی اللہ عنہ،

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۷۱۰۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل عبداللہ بن مسعود وأمہ رضی اللہ عنہما، حدیث: ۶۴۸۴۔

(۳) فضائل قرآن لابن کثیر: ۲۱۱، القراءۃ عن ظہر قلب۔

(۴) دیکھیں: ص: ۴۵۔ (۵) دیکھیں: ص: ۴۴۔

(۶) المصاحف لابن ابی داود: ۳۳/۲، حدیث: ۳۳۸۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ چھٹے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا عہد نبوی میں قرآن لکھنا اور جمع کرنا مسند احمد و سنن نسائی کی روایتوں کے حوالہ سے فصل دوم کی پہلی دلیل کے تیسرے پیراگراف میں بیان ہو چکا ہے۔(۱)

ساتویں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، آٹھویں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور نویں حضرت سالم رضی اللہ عنہ ہیں، ان لوگوں نے بھی عہد نبوی میں مثل دیگر صحابہ کے قرآن مجید لکھا اور جمع کیا تھا جیسا کہ ازالۃ الخفاء میں ہے: "اخرج أبوعمرو عن محمد بن كعب القرظي قال كان ممن جمع القرآن على عهد النبي ﷺ وهو حي، عثمان بن عفان وعلي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود من المهاجرين وسالم مولى أبي حذيفة" (۲) یعنی عہد نبوی میں مہاجرین صحابہ میں سے قرآن جمع کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اور سالم رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قرآن جمع کرنا ابھی اوپر صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد نبوی میں قرآن کا جمع کرنا طبقات ابن سعد میں بھی مذکور ہے (۳)، نیز مفتاح السعادۃ میں ہے: "عثمان بن عفان أحد من جمع القرآن على عهد النبي ﷺ" (۴) یعنی عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں قرآن جمع کیا تھا، اسی طرح صواعق محرقہ (۵) اور تاریخ الخلفاء (۶) میں بھی مرقوم ہے، بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پڑھنے کے

---

(۱) دیکھیں: ص: ۴۳۔ (۲) ازالۃ الخفاء: ۲/۲۷۳، کرامات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

(۳) الطبقات الکبری لابن سعد: ۲/۳۵۵، ذکر من جمع القرآن علی عہد رسول اللہ ﷺ۔

(۴) مفتاح السعادۃ: ۲/۸، الشعبۃ الأولی من العلوم المتعلقۃ بالشریعۃ، علم القراءۃ۔

(۵) صواعق محرقۃ: ۱/۳۱۳، الفصل الأول فی اسلامہ وہجرتہ وغیرہما۔

(۶) تاریخ الخلفاء، ص: ۱۱۸۔

لیے قرآن کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، چنانچہ باغیوں نے آپ کی شہادت کے وقت جب آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری ہے تو آپ نے اپنا وہ ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "واللہ انها لأول يد خطت المصحف" (۱) یعنی یہ وہ ہاتھ ہے جس نے پہلے قرآن کو لکھا تھا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے سامنے جس قرآن کو رکھ کر تلاوت فرمارہے تھے (۲)، هو الذي كتبه بيده وہ تھا جو انہیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، اس قرآن کی زیارت ابن کثیر نے (جو آٹھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں) اپنی زندگی میں شہر دمشق کی جامع مسجد میں کی تھی۔ (۳)

حضرت علی مرتضی کا قرآن جمع کرنا علاوہ ازالۃ الخفاء (۴) کے فتح الباری میں بھی منقول ہے، حتى أجمع القرآن فجمعه۔ (۵) بلکہ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال عليّ: "ما كتبنا عن النبي ﷺ الا القرآن الخ۔ (۶) یعنی قرآن کو ہم نے آنحضرت ﷺ سے سن کر لکھا ہے، صواعق محرقہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت مرقوم ہے: أحد من جمع القرآن وعرض على النبي ﷺ۔ (۷) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کر کے آنحضرت ﷺ پر پیش کیا، اسی طرح سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے (۸)، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ چھوٹی تقطیع میں قرآن کا لکھنا ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے: عن علي انه كان يكره ان يكتب المصحف

---

(۱) فضائل قرآن لابن کثیر، ص:۹۰۔ (۲) ایضا۔

(۳) ایضا، ص:۸۹۔ (۴) ازالۃ الخفاء: ۲/۲۷۲، کرامات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

(۵) فتح الباری: ۹/۱۳، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، تحفۃ الاحوذي: ۷/۴۲۶، حدیث: ۳۰۲۸۔

(۶) صحیح بخاری: کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اثم من عاھد ثم غدر، حدیث: ۲۹۴۳۔

(۷) صواعق محرقۃ: ۲/۳۵۲، الفصل الاول فی اسلامہ وہجرتہ وغیرہما۔

(۸) تاریخ الخلفاء: ۱/۱۲۰، الخلیفۃ الرابع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

في الشيء الصغير۔ (۱) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ برا جانتے تھے، اس امر کو کہ قرآن کسی چھوٹی سی چیز پر لکھا جائے، اور یہ غالباً اس لیے کہ قرآن مجید ایک چھوٹی سی کتاب معلوم نہ ہو، اس قسم کی کراہت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کنز العمال میں منقول ہے۔ (۲)

قرآن مجید کو بعہد نبوی کتابی شکل میں جمع کرنے والوں میں سے نو صحابیوں کا ذکر ہو چکا، دسویں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، گیارہویں حضرت عبادہ بن صامت اور بارہویں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم ہیں۔ "روى ابن أبي داود من طريق محمد بن كعب القرظي قال: جمع القرآن على عهد النبي ﷺ خمسة (وفي طريق الشعبي ستة، واسناده صحيح) (۳) من الأنصار أبوأيوب الأنصاري وأبوالدرداء وعبادةبن الصامت ومعاذ بن جبل وأبي بن كعب،واسناده حسن۔" (۴) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والے انصاریوں میں سے ابوایوب رضی اللہ عنہ وعبادہ رضی اللہ عنہ وابودرداء رضی اللہ عنہ ومعاذ رضی اللہ عنہ وابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وابی رضی اللہ عنہ کا قرآن جمع کرنا اس فصل کے شروع

---

(۱) سنن سعید بن منصور: ۲/۲۹۷، حدیث: ۸۱، شعب الایمان: ۲/۲۱۵، فصل فی ترک التعمق فی القرآن۔

(۲) فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ص: ۳۹۸، باب كتابة المصاحف وما يستحب من عظمها وما يكره من صغرها، الاتقان: ۴/۱۸۲، النوع السادس والسبعون: فی مرسوم الخط، "أن عمر الخطاب وجد مع رجل مصحفا قد كتبه بقلم دقيق، فقال: ما هذا؟ قال، القرآن كله فكره ذلك، وضربه، وقال: عظموا كتاب الله، قال: وكان عمر إذا رأى مصحفا عظيما سربه.

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲/۳۷۶، حدیث: ۲۰۵۷۔

(۴) فتح الباری: ۹/۵۳، التاریخ الصغیر للبخاری: ۱/۶۶، الطبقات الکبری لابن سعد: ۲/۳۵۶، حدیث: ۲۶۰۰، سیر أعلام النبلاء: ۲/۳، عبادة بن صامت، تہذیب الکمال: ۲/۳، عافیۃ بن یزید، وأسد الغابۃ: ۱/۳۸۹، زیادۃ من سمیۃ۔

میں مذکور ہو چکا ہے(۱)، حضرت عبادہ کے بارے میں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے: "هو أحد من جمع القرآن في زمن النبي ﷺ" (۲) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک عبادہ بھی ہیں، حضرت ابودرداء کی بابت مفتاح السعادۃ میں ہے: "أحد الذين جمعوا القرآن على عهد النبي ﷺ بلا خلاف" (۳) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے بالاتفاق ایک ابودرداء بھی ہیں، انہیں ابودرداء سے ایک شخص نے کہا کہ میرے بیٹے نے بھی ایک قرآن لکھ کر جمع کیا ہے تو آپ نے اس کو دعاء مغفرت دی۔ (۴)

تیرھویں صحابی حضرت ناجیہ طفاوی رضی اللہ عنہ ہیں، طبرانی میں ہے: "كان ناجية يكتب المصاحف" (۵) یعنی حضرت ناجیہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔

چودھویں صحابی مشہور شاعر عرب حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا قصیدہ مشہور کتاب سبعہ معلقہ (یا عشرۂ معلقہ) میں موجود ہے، ان کا حال سنئے: "انه لما أسلم كان يكتب القرآن وترك الشعر" (۶) عہد نبوی میں لبید نے جب سے اسلام قبول کیا شعر گوئی چھوڑ دی تھی اور وہ ہمیشہ قرآن ہی لکھا کرتے تھے۔

---

(۱) دیکھیں: ص:۵۲۔ (۲) تہذیب التہذیب: ۹۸/۵، رقم: ۱۸۹۔

(۳) مفتاح السعادۃ: ۲/۱۱، أصل عبارت اس طرح ہے: وأحد الذين جمعوا القرآن حفظا على عهد النبي ﷺ.

(۴) الإبانة عن معاني القراءات، لأبي محمد مكي بن أبي طالب القيرواني، تحقيق: الدكتور عبد الفتاح الشلبي، ص: ۹۳، الأعلام للزركلي: ۹۸/۵، سير أعلام النبلاء: ۳۴۲/۴، أبو الدرداء، فتح الباري: ۶۶۸/۸-۶۶۹، باب القراء من أصحاب رسول اللہ ﷺ۔

(۵) الإصابة: ۲۰۲/۲، رقم: ۸۶۵۲، الاستيعاب: ۳۸۱/۱ (ناجية طفاوی) ومعرفة الصحابة لأبي نعيم: ۲۷۰۰/۵۔

(۶) جمهرة العرب، ص: ۳۱۔ (مؤلف)

پندرھویں صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے: "هو أحد من جمع القرآن وكتب بيده، ومصحفه بمصر إلى الآن بخطه" (۱) یعنی عقبہ رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں قرآن مجید کو جمع کیا اور اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، اور ان کا لکھا ہوا قرآن مجید مصر میں اب تک (حافظ ابن حجر کے زمانہ تک) موجود ہے، حافظ ذہبی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، بلکہ فاضل ابن یونس نے اس قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن يونس: مصحفه بخطه وهو الى الآن موجود. (۲) یعنی ابن یونس نے کہا کہ عقبہ رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا قرآن اب تک موجود ہے۔

سولہویں حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں، کنزل العمال میں ہے: عن عبد الله بن نافع قال أمرتني أم سلمة ان أكتب لها مصحفا. (۳) عبداللہ بن نافع کہتے ہیں کہ مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ ان کے لیے ایک قرآن مجید لکھوں۔

سترھویں حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں، کنز العمال میں ہے: عن نافع ان حفصة دفعت مصحفا الى مولى لها يكتب الخ. (۴) نافع کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ نے اپنے غلام کو قرآن (جو ان کے پاس عہد صدیقی کا تھا) نقل کرنے کو دیا۔

اٹھارھویں حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں، صحیح مسلم میں ہے: "عن

---

(۱) تہذیب التہذیب: ۲۱۶/۷، رقم: ۴۴۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ۳۵/۱، الطبقۃ الأولی من الکتاب۔ (رقم: ۲۰)

(۳) مصنف عبدالرزاق: ۵۷۹/۱، رقم: ۲۲۰۴، باب صلاۃ الوسطی۔

(۴) مصنف عبدالرزاق: ۵۷۸/۱، حدیث: ۲۲۰۲۔

أبي يونس مولى عائشة انه قال: أمرتني عائشة أن أكتب لها مصحفا الخ۔ (۱) حضرت عائشہ کے غلام ابو یونس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ ان کے لیے ایک قرآن مجید لکھوں، اسی قرآن کو سامنے رکھ کر ان کا دوسرا غلام ذکوان نماز کی امامت کرتا تھا، اور نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: "كانت عائشة يؤمها عبدها ذكوان من المصحف۔(۲) یعنی حضرت عائشہ کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر حضرت عائشہ کا امام بن کر نماز پڑھاتا۔

وعن هشام بن عروة، قال: قرأت في مصحف عائشة الخ۔ (۳) ہشام کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ عروہ کی خالہ حضرت عائشہ کے قرآن مجید میں تلاوت کی ہے، اس قرآن کو دیکھنے کے لیے ایک شخص ملک عراق سے سفر کر کے مدینہ آیا تھا تاکہ اس کی نقل کرے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: "قال عراقي لعائشة: يا أم المؤمنين أريني مصحفك الخ" (۴) عراقی نے حضرت عائشہ سے کہا کہ اے اماں جان مجھے اپنا قرآن مجید دیجئے میں اس کی نقل کروں گا۔ عراق پر ہی کیا موقوف ہے ملک شام سے بھی لوگ بغرض نقل قرآن مدینہ آیا کرتے تھے۔ انطلق ركب

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، حدیث: ۱۴۵۹، سنن ترمذی، حدیث: ۲۹۸۲، سنن أبوداود، حدیث: ۴۱۰۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب صلاة الجماعة والإمامة، باب إمامة العبد والمولى۔ (معلقا)

(۳) مسند اسحاق بن راھویہ: ۱۰۴۲/۲، حدیث: ۱۸۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۵۷۸/۱، حدیث ۲۲۰۱۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تاليف القرآن، حدیث: ۴۷۰۷، سنن النسائی، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل القرآن، حدیث ۹۳۳۷۔

من أهل الشام إلى المدينة يكتبون مصحفا لہم" (١) یعنی ملک شام سے ایک پورا قافلہ مدینہ آیا تھا تا کہ اپنے لیے قرآن لکھیں۔ غرض اٹھارہ ہو گئے۔

انیسویں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت زید بن ثابت سے قرآن مجید لکھوایا، فتح الباری میں ہے: "قال زيد بن ثابت: أمرني أبوبكر فكتبت الخ" (٢) صحیح بخاری میں ہے: "فكانت الصحف عند أبي بكر حتى توفاه الله، ثم عند عمر حياته، ثم عند حفصة بنت عمر الخ" (٣) یعنی زید کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن لکھنے کا حکم دیا، پس میں نے لکھا، یہ نسخہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مرنے تک رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آخر حیات تک رہا، پھر ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ (اسی نسخہ کی نقل حضرت حفصہ نے اپنے غلام سے کرائی تھی، جیسا کہ نمبر ۱۷ میں گزرا ہے) (۴) اور اسی نسخہ کو حضرت حفصہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منگوا کر اس کی متعدد نقلیں کرائی تھیں جیسا کہ خاتمہ میں بیان ہوگا، ان شاء اللہ۔

بیسویں خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت زید سے اپنے لیے ایک علیحدہ نسخہ لکھوایا تھا، جیسا کہ فتح الباری میں ہے: فلما هلك أبوبكر وكان عمر كتبت ذلك. (۵) یعنی جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت

---

(١) المصاحف لابن ابی داود: ۲/۱۵۳، حدیث: ۴۳۸، کیف وجدت طعام الشامی۔

(۲) فتح الباری: ۹/۱۶، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۳۱۱۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث: ۴۹۸۶۔

(۴) دیکھیں، ص: ۵۹۔

(۵) فتح الباری: ۹/۱۶، باب جمع القرآن۔

ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پھر میں نے ان کے لیے قرآن لکھا،
معارف ابن قتیبہ میں ہے: "کتب زید لعمر۔ (۱) یعنی زید نے خاص حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے لیے بھی لکھا تھا، اسی کو کنز العمال میں یوں لکھا ہے: لما جمع عمر
بن الخطاب المصحف۔ (۲) اسی نسخہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاوت بھی کیا
کرتے تھے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان عمر رضي الله عنه
اذا دخل بيته نشر المصحف فقرء فيه۔ (۳) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جب اپنے مکان میں داخل ہوتے قرآن مجید کھول کر پڑھنے لگتے، نیز آپ لکھے
ہوئے قرآن مجید کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے، چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے: ان
عمر رضي الله عنه وجد مع رجل مصحفا قد كتبه - الى - كان
إذا رأى مصحفا سره۔ (۴) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس
لکھا ہوا قرآن مجید دیکھا، اور آپ جب ایسا قرآن دیکھتے تو خوش ہوتے، خلیفۂ وقت
کی خوشی اور قرآن دیکھ کر پڑھنے کی ترغیب والی حدیثوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پاک
کے نسخے بکثرت لکھے جانے لگے اور عام طور سے بازاروں میں فروخت ہونے لگے
تھے، چنانچہ بعض عاشقان قرآن کو یہ بات بری معلوم ہونے لگی تھی جیسا کہ طبقات ابن
سعد میں ہے: قال حنظلة مررت مع طاؤس على قوم يبيعون المصاحف

---

(۱) المعارف لابن قتیبہ، ص: ۱۱۳، اخبار زید بن ثابت۔

(۲) جامع الأحادیث: مسند عمر بن الخطاب: ۳۵۳/۲۸، حدیث: ۳۱۲۶۸۔

(۳) فضائل القرآن لابن کثیر، ص: ۲۱۰، القراءۃ عن ظہر القلب، البرہان فی علوم القرآن: ۴۶۲/۱، النوع التاسع والعشرون فی آداب تلاوتہا۔

(۴) فضائل القرآن لقاسم بن سلام، ص: ۳۹۸، حدیث: ۷۴۸، عظموا کتاب اللہ۔

فاسترجع طاؤس الخ۔(۱) حنظلہ کہتے ہیں کہ میں طاؤس کے ہمراہ بازار گیا تو دیکھا کہ لوگ قرآنوں کی بیع وشراء کررہے ہیں، اس پر طاؤس نے اناللہ پڑھی۔ آخر طاؤس کے استاد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: سئل ابن عباس عن بيع المصاحف قال: لا بأس۔ (۲) یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ بیع قرآن کی بابت آپ کا فتوی کیا ہے، آپ نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ابن عباس سے کتابت قرآن کی اجرت کی بابت پوچھا گیا: انه سئل عن أجرة كتابة المصحف فقال: لا بأس۔ (۳) فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے، پھر تو قرآن مجید کے نسخوں کی اتنی کثرت مختلف ممالک میں ہوگئی کہ ان کا صحیح شمار غیر ممکن ہوگیا، علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں: مات عمرو مائة ألف مصحف من مصر إلى العراق والشام واليمن فما بين ذلك۔(۴) یعنی مصر سے لے کر عراق وشام ویمن تک اور ان ممالک کے درمیان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت قرآن کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے، اللہ اکبر۔

آمدم برسر مطلب۔ الغرض عہد نبوی میں قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں کی صحیح تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے، علامہ عینی نے شرح بخاری میں کیا خوب لکھا

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/۵۴۰۔ (قال حنظلة: كنت أمشي مع طاؤس فمر بقوم يبيعون المصاحف فاسترجع۔

(۲) سنن کبریٰ للبیہقی: ۶/۱۶، حدیث: ۱۱۳۸۸، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع المصاحف، معرفۃ السنن والآثار: ۴/۱۰۴، باب کراھیۃ بیع المصاحف۔

(۳) ایضاً۔

(۴) الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ۲/۶۷، ذكر بعض ما في كتبهم غير الأناجيل من الكذب۔

ہے: ان الذين جمعوا القرآن على عهد النبي ﷺ لا يحصيهم عدد ولا يضبطهم أحد. (۱) یعنی عہد نبوی میں جن لوگوں نے قرآن جمع کیا تھا ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ بیس نام تو اوپر ہم نے لکھے تھے، علامہ عینی نے ابوموسی اشعری (۲۱)، مجمع بن جاریہ (۲۲)، قیس بن ابی صعصعہ (۲۳)، قیس بن سکن (۲۴)، ام ورقہ بنت نوفل (۲۵) اور ابنۃ عبداللہ بن حارث (۲۶) رضوان اللہ علیہم کے نام بھی بحوالہ کتب لکھے ہیں، خطیب بغدادی (۲۷) نے ثابت بن بشیر بن ابی زید کا نام بھی لکھا ہے۔ (۲) باقی لوگوں کے نام اور شمار خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ایک شبہ کا دفعیہ

روایات مرقومہ بالا میں الفاظ جمع القرآن یا جمعوا القرآن کے جو آئے ہیں، ان پر شبہ وارد کیا گیا ہے کہ اس سے مراد جمع صدر یعنی حفظ ہے نہ جمع کتابی۔ اس کا دفعیہ یوں ہے کہ قرآن کے حافظ تو تقریباً سب صحابہ تھے، دیکھو ستر (۷۰) صحابہ جو بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے وہ سب حافظ قرآن تھے، اسی طرح جنگ یمامہ میں جو ستر (۷۰) صحابہ شہید ہوئے تھے وہ بھی سب حافظ تھے، ان کے علاوہ جو صحابی عہد نبوی میں زندہ موجود تھے ان میں سے تیس صحابہ کے نام شروح بخاری (فتح الباری وعمدۃ القاری) میں موجود ہیں، اور جب کہ صحابۂ کرام نے زبان وحی ترجمان سے یہ بشارت سنی ہوئی تھی کہ ان الله لا يعذب قلبا وعى القرآن۔ (۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس دل میں قرآن محفوظ ہوگا اس کو عذاب نہیں ہوگا اور آپ نے فرمایا تھا:

---

(۱) عمدۃ القاری: ۸۹/۲۹، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ، حدیث: ۵۰۰۴، المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم ۱۱۳/۲۰، باب فضائل ابی بن کعب۔

(۲) سیر أعلام النبلاء: ۳۳۶/۱، أبوزید، تہذیب الکمال: ۳۳۲/۱۰، تاریخ بغداد: ۷۷/۹۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰/۷، حدیث: ۳۴۷۳۲، خلق أفعال العباد: ۸۷/۱۔

لو جعل القرآن في اهاب ثم ألقي في النار ما احترق۔ (١) یعنی جس مسلمان (کے بدن) کی کھال میں (یعنی سینہ دل میں) قرآن ہوگا اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔ تو بھلا یہ شبہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی صحابی حافظ قرآن نہ ہوگا، حالانکہ عرب کا حافظہ مشہور عالم ہے، لہذا روایات مرقومہ بالا میں جمع سے مراد کتابی ہے، بلکہ بعض روایات میں تو کتابت کی تصریح موجود ہے، حاکم کی روایت میں زید رضی اللہ عنہ کا مقولہ نؤلف القرآن في الرقاع موجود ہے۔ (٢) یعنی ہم قرآن کو رقعوں میں لکھ کر جمع کرتے تھے، انہیں رقعوں سے زید رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نقل کیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: أجمعه من الرقاع۔ (٣) پس جمع فی الرقعہ کی قید مُبطل ہے جمع فی الصدر محض کی۔ اسی لیے حافظ عسقلانی نے لکھا ہے: المراد بالجمع الكتابة فلا ينفي أن يكون غيرهم جمعه حفظا عن ظهر قلب، واما هؤلاء فجمعوه كتابة وحفظوه عن ظهر قلب .. انتهى۔ (٤) یعنی روایات بالا میں جمع سے مراد لکھنا ہے، اس سے دیگر اصحاب کے زبانی یاد کی نفی نہیں ہوتی لیکن یہ لوگ زبانی بھی یاد رکھتے تھے اور لکھ کر بھی جمع کیا۔ فاندفع ما أورد۔

---

(١) سنن دارمی، باب فضل من قرأ القرآن، حدیث: ٣٣١٠، شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی عنہ علیہ السلام من قولہ: لو جعل القرآن ــــ، حدیث: ٩٠٦۔ (حسن)

(٢) الاتقان: ١/١٦٠، القول فی جمع القرآن ثلاث مرات، البرہان: ١/٢٣٧، النوع الثالث عشر، فی بیان جمعہ ومن حفظہ من الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، سنن الترمذی: ٣٩٥٤، أبواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی فضل الشام والیمن، مستدرک حاکم: ٢/٢٢٩، ٦٦٨، حدیث: ٢٩٠١، ٤٢١٧، المعجم الکبیر للطبرانی: ٥/١٥٨، حدیث: ٤٩٣٣، شعب الایمان: ١/١٩٥، حدیث: ١٤١، و٢/٣٣٢، حدیث: ٢٣١١، مسند احمد: ٥/١٨٤، حدیث: ٢١٦٤٧، صحیح ابن حبان: ١/٣٢٠، حدیث: ١١٤، مصنف ابن ابی شیبہ: ٣/٢١٨، ٦/٤٠٩، حدیث: ١٩٤٢٨، ٣٢٤٦٦۔ مطبوع نسخہ میں ایسے ہی "فی الرقاع" کا لفظ ہے جبکہ متن حدیث "من الرقاع" ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(٣) صحیح بخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ تعالی: لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم، حدیث: ٤٦٧٩۔

(٤) فتح الباری: ٩/٥١، باب القراء من أصحاب رسول اللہ ﷺ۔

خاتمہ

(۱) جمع عثمانی کی حقیقت

اوپر یہ لکھا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ایک لاکھ نسخے قرآن مجید کے اطراف و جوانب مدینہ میں شائع و ذائع ہو چکے تھے، تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ اگر اس وجہ سے کہ انہوں نے عہد نبوی میں اپنے لیے قرآن مجید کا نسخہ لکھا اور جمع کیا تھا، جیسا کہ مفتاح السعادۃ اور ازالۃ الخفاء (۱) کے حوالہ سے اوپر نقل ہو چکا ہے تو اس امر میں ان کی مزیت کیا ہے؟ بہت سے صحابہ نے اسی طور سے لکھا اور جمع کیا تھا، کما مر۔ واقعہ یہ ہے کہ طرز تحریر یعنی رسم خط سب کے جدا تھے، اس وجہ سے قراءتیں مختلف ہو جاتی تھیں، اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ایک رسم خط اور ایک قراءۃ پر سب کو جمع کر دیا، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کتاب فضائل قرآن میں لکھا ہے: هو جمع الناس على قراءة واحدة لئلا يختلفوا في القرآن۔ (۲) یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قراءۃ پر جمع کر دیا تھا تاکہ لوگ قرآن پڑھنے میں اختلاف نہ کریں، اس لیے وہ "جامع الناس الی ہذا القرآن" تو بیشک ہیں، جامع قرآن نہیں ہیں، جیسا کہ حارث محاسبی نے کہا ہے: المشهور عند الناس ان جامع القرآن عثمان وليس كذلك۔ (۳) یعنی لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے

---

(۱) دیکھیں ص: ۵۵۔

(۲) فضائل القرآن لابن کثیر، ص: ۷، کتابہ عثمان رضی اللہ عنہ للمصاحف۔

(۳) الاتقان ۱/۱۶۶، القول فی جمع القرآن ثلاث مرات، مباحث فی علوم القرآن للدکتور مناع القطان ص: ۱۲۲، الفرق بین جمع ابی بکر و جمع عثمان۔

کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کے جمع کرنے والے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے: عن أنس قال أمر عثمان زيد بن ثابت .... ان ينسخوها فى المصاحف. (١) فأرسل عثمان إلى حفصة ان ارسلي الينا بالصحف ننسخها فى المصاحف ...... فنسخوها فى المصاحف ...... حتى اذا نسخوا الصحف فى المصاحف .... ارسل الى كل أفق بمصحف مما نسخوا. (٢) یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت اور چند کاتبوں کو بلوا کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا قرآن بھیج دو تا کہ اس کی متعدد نقلیں کرائی جائیں، چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دیگر کاتبوں نے کئی نسخے لکھے، جب نقلیں ہو چکیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اطراف و جوانب میں بھجوا دیا۔

اس روایت سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن صدیقی کی نقل کا حکم دیا تھا نہ جمع کا، یعنی صحیفۂ عثمانی نقل تھا صحیفۂ ابی بکر رضی اللہ عنہ کی، اور صحیفۂ ابی بکر رضی اللہ عنہ نقل تھا آنحضرت ﷺ کے قرآن ما بین الدفتین

---

(١) صحیح بخاری: فأمر عثمان زيد بن ثابت وسعيد بن العاص وعبد الله بن الزبير وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام، کتاب فضائل القرآن، باب نزل القرآن بلسان قريش ...... حدیث: ٤٩٨٤۔

(٢) صحیح بخاری: ننسخها فى المصاحف ثم نردها إليك فأرسلت بها حفصة إلى عثمان فأمر زيد بن ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها فى المصاحف وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم، ففعلوا حتى إذا نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة، وأرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حديث: ٤٩٨٧۔

کی، جس کو آنحضرت علیہ السلام چھوڑ گئے تھے، کما مر (۱)، اور قرآن نبوی کی ترتیب من جانب اللہ تھی جو کہ آپ (ﷺ) کو برزبان یاد تھا اور جس کی آپ سات منزلیں فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ پیشتر مفصل لکھا جا چکا ہے (۲)، لہذا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالی نے آپ (ﷺ) پر نازل فرمایا، اور اسی ترتیب پر ہے جس ترتیب پر آپ (ﷺ) نے خود تلاوت فرمائی اور صحابہ کو یاد کرایا اور لکھوایا، وهو المراد، والحمد لله على ما يراد.

(۲) اعراب قرآن

مسئلہ جمع قرآن کے محقق ہوجانے کے بعد ضمنا مسئلہ اعراب قرآن کی بابت بھی ایک ضروری امر کا منظر عام پر آجانا ضروری ہے، اعراب قرآن کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ بعد میں لگایا گیا ہے، غور طلب امر یہ ہے کہ اعراب لگانے والوں نے آیا اپنی رائے سے قرآن کی آیتوں پر زیر، زبر، پیش لگایا ہے؟ یا کسی سوسائٹی کے مشورہ سے؟ یا ضرورت زمانہ سے مجبور ہوکر؟ یا کسی شرعی حکم کے ماتحت؟ جن لوگوں کو حقیقت کا علم نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ زمانہ کی ضرورت نے اعراب لگانے پر مجبور کیا اور اسے وہ بدعت حسنہ (۳) کہتے ہیں، لیکن ابویعلی وبیہقی کی ایک حدیث فیصلہ کردیتی ہے کہ

---

(۱) دیکھیں: ص: ۴۹-۵۰۔

(۲) دیکھیں: ص: ۳۹-۴۱۔

(۳) بدعت کوئی بھی ہو وہ سب کی سب ضلالت وگمراہی ہوتی ہے۔ بدعت کوئی حسنہ نہیں ہوتی، اور یہاں اعراب قرآن کے مسئلہ میں کسی کا یہ کہنا کہ وہ بدعت حسنہ ہے صحیح نہیں، کیونکہ اعراب قرآن یہ کسی جاہل یا عامی یا کسی ایک منفرد شخص کا عمل نہیں ہے، اور نہ یہ کہ یہ زمانہ کی ضرورت ومجبوری محض ہے بلکہ عرب ایک ایسی فصیح وبلیغ قوم ہے کہ اس کو ان سب کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تو غیر عرب کی ضرورت ہے، اور اس کی مثال آج بھی موجود ہے کہ بعض الفاظ کا اعراب بعض لوگوں کے یہاں کچھ ہے تو بعض کے یہاں کچھ، جیسے سورہ روم کی آیت ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿الله الذي خلقكم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوة ثم جعل من بعد قوة ضعفا وشيبة، يخلق ما يشاء، وهو العليم القدير﴾ (روم: ۵۴) اس آیت میں ''ضعف'' کا لفظ کچھ لوگوں نے ض کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور کچھ لوگوں نے پیش کے ساتھ، اور یہ کس دور کی بات ہے، ہمارے اور آپ کے نہیں بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کی۔ زیر وزبر کو خط سے لکھ دینے کو کوئی بدعت کہے تو یہ قرآن کی شان میں گستاخی ہے۔

آیتوں پر اعراب حکم نبوی کے ماتحت لگایا گیا ہے خواہ کسی زمانہ میں لگا، لہذا جوامر حدیث سے ثابت ہو اس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوسکتا، کیونکہ آنحضرت علیہ السلام خود اس کا حکم دے گئے تھے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

عن أبي هريرة قال قال النبي ﷺ اعربوا القرآن۔ (١)

یہ حکم اپنے عموم کی بنا پر جس طرح شامل ہے تبیین معانی واظہار حروف والفاظ عند التلاوت کو اسی طرح عند الکتابہ حروف والفاظ پر زبر، زیر، پیش، جزم، مد، تشدید لگانے کو بھی، پس جن لوگوں نے آیات قرآنیہ پر اعراب لگایا ہے اسی شرعی حکم کے ماتحت لگایا ہے، لہذا یہ فعل بدعت حسنہ کا ثبوت یا نظیر نہیں بن سکتا، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

أي: أيها العلماء! بيّنوا ما في القرآن من بدائع الاعراب۔ (٢) یعنی او جاننے والو! قرآن مجید کے اعراب کو بیان کرو، زبان سے یا قلم سے، دونوں مراد ہوسکتا ہے۔ والحمد لله أولا وآخرا۔

تم الباب الأول فى جمع القرآن، ويتلوه الباب الثاني في جمع أحاديث الرسول النبي الأمى عليه الصلاة والسلام الأتمان الأكملان۔

---

(١) مسند ابویعلی: ١١/٤٣٦، حدیث: ٦٥٦٠، مستدرک حاکم: ٢/٤٧٧، سنن سعید بن منصور: ١/١٤٦، حدیث: ٢٩، المعجم الکبیر للطبرانی: ٨/٤٧، حدیث: ٨٦٠٣، شعب الایمان للبیہقی: ٣/٥٤٦، حدیث: ٢٠٩٢، مصنف ابن ابی شیبہ: ١/٤٥٦، حدیث: ٣٠٥٣٢، الجامع الصغیر: ١/٨٨، حدیث: ١١٤٩، تاریخ خطیب: ٨/٧٧، بغیۃ الوعاۃ: ٢/٣١٢، فضائل القرآن لابن کثیر، ص: ٢٩٩۔

(٢) مرقاۃ شرح مشکاۃ: ٧/٢٨٥، حدیث: ٢١٧٦، الفصل الثالث۔

دوسرا باب
کتابت احادیث وجمع روایات

فصل اول
پہلا ثبوت رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے

خاص: (۱) مکہ معظمہ میں قبیلۂ خزاعہ سے ایک شخص نے قبیلۂ بنولیث کا ایک آدمی مار ڈالا، آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو آپ (ﷺ) نے مکہ مکرمہ کی عزت وحرمت نیز اس میں قتل وقتال کی ممانعت سے متعلق ایک خطبہ دیا، حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابو شاہ نے عرض کی کہ مجھے یہ باتیں لکھوا دیجئے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: اکتبوا لأبی شاہ۔ (۱) یعنی میری یہ حدیث ابوشاہ کو لکھ دو۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک صحیفہ (رسالہ) لکھوایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: عن علي قال ما كتبنا عن النبي ﷺ الا القرآن وما في هذه الصحيفة. (۲) اس صحیفہ میں مدینہ کا حرم ہونا، مسائل جراحات، اونٹوں کی عمریں، احکام ذمیاں، کسی دوسرے کو باپ یا مولی بنانے کی

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب اللقطۃ، باب کیف تعرف لقطۃ أحل مکۃ؟ حدیث: ۲۴۳۴، وکتاب الدیات، باب من قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین، حدیث: ۶۸۸۰، صحیح مسلم: کتاب الحج، باب تحریم مکۃ وصیدھا وخلاھا وشجرھا ولقطتھا الا لمنشد علی الدوام، حدیث: وکتاب الزھد والرقائق، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم، حدیث: ۳۰۰۴۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الجزیۃ، باب اثم من عاھد ثم غدر، حدیث: ۳۱۷۹۔

حدیث کا ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے صرف قرآن اور اس صحیفہ میں جو کچھ ہے وہی لکھا، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں لکھا۔

ممانعت، ذبح لغیر اللہ کی حرمت، علامات ارضیہ کی چوری پر لعنت، والدین کو برا کہنے پر لعنت، بدعتی کو ٹھکانا دینے پر لعنت وغیرہ مختلف مسائل مرقوم تھے۔(۱)

(۳) آنحضرت ﷺ نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا، طبرانی کبیر میں ہے: عن رافع رضي الله عنه قال قلت يا رسول الله! انا نسمع منك أشياء فنكتبها؟ قال اكتبوا ولا حرج۔(۲) یعنی یارسول اللہ! ہم لوگ آپ (ﷺ) سے سنی ہوئی حدیثوں کو لکھ لیا کریں؟ فرمایا لکھ لو کوئی حرج نہیں ہے، اس میں حکم کتابت بصیغۂ جمع فرمایا ہے جو سب صحابہ کو شامل ہے، جامع ترمذی میں آیا ہے کہ ایک مرد انصاری (غالباً رافع رضی اللہ عنہ) کو آپ (ﷺ) نے فرمایا: استعن بيمينك وأومأ بيده الخط۔ (۳) یعنی میری حدیثیں لکھ لیا کرو، اور طبرانی میں ہے: استعن بيمينك على حفظك۔ (۴)

(۴) آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا، استأذن في الكتاب عنه فأذن له۔(۵) چنانچہ آپ کا یہ اذن دینا بصیغۂ امر بھی مروی ہے: اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا حق۔ (۶) یعنی میرے منہ سے حق نکلتا ہے پس اسے لکھ لیا کرو۔

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینہ ودعاء النبی ﷺ فیہا بالبرکۃ، حدیث: ۳۳۹۳، کتاب العتق، باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ، حدیث: ۳۸۶۷۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۷۳/۴، حدیث: ۴۲۸۴، مجمع الزوائد: ۱۸۳/۱، حدیث: ۶۷۷۔

(۳) سنن ترمذی: ابواب العلم عن رسول اللہ، باب الرخصۃ فی کتابۃ الحدیث، حدیث: ۲۶۶۶۔ (ضعیف)

(۴) المعجم الاوسط: ۲۴۴/۱، حدیث: ۸۰۱، مسند البزار: ۳۸۳/۱۵، حدیث: ۸۹۸۹، اس حدیث کی سند میں ایک راوی "خصیب بن جحدر" ہیں، ان کو امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث وکذاب، اور امام ابن معین رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے، دیکھیں: الکامل از ابن عدی: ۵۲۰/۳-۵۲۱۔

(۵) مسند احمد: ۲۰۳/۲، حدیث: ۶۹۳۱، شرح معانی الآثار: ۳۱۸/۴، حدیث: ۷۱۲۷۔ (صحیح)

(۶) سنن ابوداود: کتاب العلم، باب فی کتابۃ العلم، حدیث: ۳۶۴۶، مسند احمد: ۱۶۲/۲، حدیث: ۶۵۱۰، ۶۸۰۲، سنن دارمی: باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۵۰۱، مستدرک حاکم: ۱۸۷/۱، حدیث ۳۵۹، کتاب العلم۔ (صحیح)

(۵) آنحضرت ﷺ نے اپنا غلام حضرت عداء صحابی کے ہاتھ فروخت کیا تو ایک نوشتہ (میمو) لکھوا کر مرحمت فرمایا تھا، چنانچہ عداء کہتے ہیں: كتب لى ...... بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما اشترى العداء بن خالد من محمد (ﷺ) الخ۔ (۱) حضرت عداء زمانۂ تابعین میں اس تحریر کو لوگوں کو دکھلاتے اور پڑھ پڑھ کے سنایا کرتے تھے۔ (۲) یہ تحریر محدثین کے پاس ہمیشہ محفوظ رہی۔ (۳)

(۶) آنحضرت ﷺ نے ثمامہ صحابی کو تحریر بھیجی کہ اپنے ملک (نجد) سے مکہ والوں کے لیے غلہ بھیجنا بند نہ کرے، كتب النبي ﷺ الى ثمامة بن اثال أن يخلى بين أهل مكة وبين الحمل اليهم۔ (۴)

(۷) آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی بعض سیاسی ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر ان کے ناموں کو لکھنے کا حکم دیا تھا: اكتبوا لى من يلفظ بالاسلام۔ (۵) قال يا رسول الله! انى كتبت فى غزوة كذا۔ (۶) یعنی تمام مسلمانوں کے نام لکھو، ایک صحابی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) میرا نام فلاں لڑائی کے لیے لکھا گیا ہے۔

(۸) آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں شرائط صلح لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں،

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، معلقا، اور اصل عبارت ہے: كتب لى النبى ﷺ: هذا ما اشترى محمد رسول الله ﷺ من العداء بن خالد، بيع المسلم من المسلم، لا داء، ولا خبثة.

(۲) سنن ترمذی: ابواب البیوع عن رسول اللہ، باب ما جاء فی کتابۃ الشروط، حدیث: ۱۲۱۶، استیعاب: ۳/۱۲۳۷، العداء بن خالد۔ (حسن)

(۳) استیعاب: ۳/۱۲۳۷، العداء بن خالد۔

(۴) فتح الباری: ۸/۸۸، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفۃ، وحدیث ثمامۃ بن أثال، سیرۃ ابن ہشام: ۶/۵۳، ذکر جملۃ السرایا والبعوث۔

(۵) صحیح بخاری: کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام الناس، حدیث: ۲۸۳۲، سنن البیہقی: ۶/۳۶۲، حدیث: ۱۲۸۴۸، باب السنۃ فی کتبۃ أسامی أھل الفئ۔

(۶) صحیح بخاری: کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام الناس، حدیث: ۲۸۳۳۔

یہ صلح نامہ تمام کتب حدیث وسیر میں منقول ہے، صحیحین میں وارد ہوا: کتب هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله الخ۔ (۱) اس کی ایک نقل قریش نے لی، ایک آپ نے اپنے پاس رکھی۔ (۲)

(۹) آنحضرت ﷺ نے یہود مدینہ سے جو صلح کی اسے لکھوایا: كتب النبي ﷺ كتابا وادع فيه يهود الخ۔ (۳) ایک اور بھی صحیفۂ امن لکھوا کر یہود کو دیا گیا تھا۔ سنن ابی داود میں ہے: كتب النبي بينه وبينهم وبين المسلمين عامة صحيفة۔ (۴) حضرت سلمان فارسی کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے ان کے یہودی مالک کو آپ (ﷺ) نے تحریر بھیجی تھی (۵)۔ یہود خیبر کو ایک مقتول صحابی کی دیت (خون بہا) ادا کرنے کے لیے تحریر بھیجی: كتب النبي ﷺ إما ان يدوا صاحبكم وإما أن يوذنوا بحرب۔ (۶) یعنی مقتول کی دیت ادا کرو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ نے سرداران عرب وشاہان عجم کو دعوت اسلام کی تحریریں بھیجی تھیں، جو کتب حدیث وسیر میں بہ تفصیل مرقوم ہیں، صحیح مسلم میں ہے: كتب النبي (ﷺ) الى كسرى وقيصر والى النجاشى والى كل جبار يدعوهم الى

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب المصالحة على ثلاثة أيام أو وقت معلوم، حدیث: ۳۱۸۴، صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسير، باب صلح الحديبية في الحديبية، حدیث: ۴۷۳۰۔

(۲) المغازی للواقدی: ص: ۶۰۸، معارضة بعض الصحابة للصلح من قریش۔

(۳) سیرة ابن ہشام: ۳۱/۲، ہجرة الرسول ﷺ۔

(۴) سنن ابوداود: کتاب الخراج، باب کیف کان اخراج الیہود من المدینة، حدیث: ۳۰۰۰۔ (صحیح)

(۵) تاریخ بغداد للخطیب البغدادی: ۱۷۶/۱۔

(۶) صحیح بخاری: کتاب الأحكام، باب كتاب الحاكم الى عماله والقاضي الى أمنائه، حدیث: ۶۶۵۵، صحیح مسلم: کتاب القسامة والمحاربين، باب القسامة، حدیث: ۳۱۶۰، ابوداود: کتاب الدیات، باب القسامة، حدیث: ۴۵۲۳، سنن نسائی: کتاب القسامة، باب تبدئة أهل الذمة في القسامة، حدیث: ۴۷۱۰، سنن ابن ماجہ: کتاب الدیات، باب القسامة، حدیث: ۲۶۷۷۔

الله. (۱) وكتب الى ملك ايلة. (۲) وكتب الى ملوك حمير. (۳) وكتب الى كسرى. (۴) یعنی آپ نے خسرو پرویز، قیصر روم، شاہ حبش، شاہ ایلہ، شاہان حمیر اور ہر صاحب جبروت والی ملک کے پاس اپنی تحریریں بھیجیں، ہندوستان کے راجہ سری بانک کے پاس حذیفہ واسامہ وغیرہ دس صحابیوں کی معرفت دعوت اسلام کی تحریر بھیجی، فأجاب وأسلم وقبل كتاب النبي ﷺ. (۵) اس راجہ نے دعوت قبول کی اور اسلام لایا اور آپ کی تحریر کو بوسہ دیا، اسی طرح منذر والی عمان کو تحریر بھیجی، واقدی کہتا ہے کہ میں نے یہ تحریر دیکھی ہے۔ (۶) آنحضرت ﷺ کی ان تحریروں کی نقلیں زاد المعاد لابن قیم، خاتمہ نصب الرایہ للزیلعی اور اعلام السائلین فی مکاتیب سید المرسلین مطبوعہ مصر میں مفصل موجود ہیں (۷)۔ من شاء فليراجع اليها۔

(۱۱) آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ پیشتر قبیلہ جہینہ والوں کو یہ حدیث لکھوا کر بھجوائی جیسا کہ ابن عکیم کہتے ہیں: قال عبد الله بن عكيم: أتانا

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینۃ، باب اتخاذ النبی ﷺ الخاتم لما أراد أن یکتب إلی العجم، حدیث: ۵۶۰۳۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ، باب خرص التمر، حدیث: ۱۴۸۱، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ، حدیث: ۶۰۸، وسیرۃ ابن ہشام: ۲۰۶/۵، غزوۃ تبوک فی رجب سنہ تسع۔

(۳) کتاب الخراج لیحیی: ص: ۱۴۲، حدیث: ۳۸۰، باب ماسقت السماء أو سقی بغرب۔

(۴) تاریخ بغداد: ۱۳۲/۱، ذکر بشارۃ النبی ﷺ ان اللہ یفتح المدائن علی أمتہ۔

(۵) میزان الاعتدال: ۱۷۸/۱، اسحاق بن ابراہیم الطوسی، رقم: ۷۲۰، إصابۃ: ۲۷۹/۳، رقم: ۳۷۴۳، السین بعدھا الراء، لسان المیزان: ۳۰/۲، رقم: ۹۸۲۔ اس واقعہ کی سند باطل ہے۔

(۶) زاد المعاد: ۱۱۶/۱، فصل فی کتبہ ورسلہ ﷺ الی الملوک۔

(۷) ایضا۔

كتاب النبي ﷺ ان لا تنتفعوا من الميتة الخ۔ (۱)

(۱۲) آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں احکام ضروریہ (جزیرۂ عرب سے مشرکین کا اخراج، وفود کی خاطر داری، تجہیز جیش اسامہ رضی اللہ عنہ، قبر نبوی کو وثن نہ بنانے، خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ) لکھوانے کو قلم دوات کاغذ طلب فرمایا تھا، قال ائتوني أكتب لكم كتابا الخ۔ (۲)

(۱۳) آنحضرت ﷺ نے ملک یمن کے شہر جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھوا کر بھجوایا تھا، كتب الى أهل جرش ينهاهم عن خليط التمر والزبيب۔ (۳) یعنی کشمش اور خرما کو ملا کر مت بھگو، یہی حکم ہجر والوں کو لکھوا کر بھیجا تھا، كتب الى هجر أن لا تخلطوا الزبيب والتمر جميعا۔ (۴)

(۱۴) آنحضرت ﷺ نے مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصیتیں لکھوا کر مہر کر کے مرحمت فرمائی تھیں، قال له النبي ﷺ اما انی سأكتب لك بالوصاة بعدی، قال: ففعل فختم عليه فدفعه اليّ۔ (۵)

(۱۵) آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کے پاس یمن میں تعزیت نامہ لکھوا کر

---

(۱) سنن الترمذی: ابواب اللباس، باب ماجاء فی جلود المیتۃ، حدیث: ۱۷۲۹، سنن النسائی: کتاب الفرع والعتیرۃ، باب ما یدبغ بہ جلود المیتۃ، حدیث: ۴۲۴۹، سنن ابوداود: کتاب الطب، باب من روی أن لا ینتفع باھاب المیتۃ، حدیث: ۴۱۲۸، سنن ابن ماجہ: کتاب اللباس، باب من قال لا ینتفع باھاب ولا عصب، حدیث: ۳۶۱۳، مسند احمد ۳۱۰/۴، حدیث: ۱۸۹۸۹۔ (صحیح)

(۲) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث: ۱۱۴، صحیح مسلم: کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شیٔ یوصی فیہ، حدیث: ۱۶۳۷۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ، باب کراھیۃ انتباذ التمر والزبیب مخلوطا، حدیث: ۵۲۷۵۔

(۴) سنن النسائی: کتاب الاشربۃ، باب خلیط البسر والتمر، حدیث: ۵۵۵۷۔ (صحیح)

(۵) سنن ابوداود: کتاب الادب، باب ما یقول إذا أصبح، حدیث: ۵۰۸۰۔ (ضعیف)

روانہ فرمایا تھا، قال محمود بن لبيد: مات ابن لمعاذ فكتب اليه النبي ﷺ يعزيه عليه .. الحديث۔ (۱) یعنی مدینہ میں حضرت معاذ کا لڑکا مر گیا اور معاذ یمن میں تھے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کے پاس تسلی کی تحریر بھیجی تھی۔

(۱۶) آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کے پاس یمن میں حسب ذیل احکام لکھوا کر بھجوائے تھے، كتب الى معاذ باليمن أن يأخذ من كل حالم وحالمة دينارا۔ (۲) وكتب فيما سقت السماء العشر وما سقى بالغرب فنصفه۔ (۳) وكتب انما الصدقة فى الحنطة والتمر والشعير والزبيب۔(۴) وكتب معاذ الى النبي ﷺ يسأله عن الخضراوات الخ۔ (۵) یعنی ہر غیر مسلم بالغ مرد و زن سے ایک ایک دینار جزیہ لیں، بارش سے جو غلہ پیدا ہو اس میں سے دسواں حصہ لیں، ڈول سے جو کھیت سینچا جائے اس سے بیسواں حصہ لیں۔ صرف چار چیزوں (جو یمن کی خاص پیداوار ہیں) میں زکوۃ لیں، گیہوں، جو، خرما اور کشمش میں۔ پھل، سبزی اور ترکاری میں زکوۃ نہ لیں۔ یہ مبارک تحریر نبوی موسی بن طلحہ تابعی کے پاس یادگار کے طور پر محفوظ تھی۔ (۶)

---

(۱) مستدرک حاکم: ۳/ ۲۰۶، ذکر مناقب أحد الفقہاء الستۃ من الصحابۃ، حدیث: ۵۱۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۱۵۶، حدیث: ۳۲۴، تاریخ بغداد: ۲/ ۸۹، رقم: ۴۷۶۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ''مجاشع بن عمرو'' جو کذاب ہے۔

(۲) الخراج لیحیی: ص: ۷۹، نمبر: ۲۲۹، باب دأما الجزیۃ والخراج، المراسیل لأبی داود: ص: ۱۳۳، باب ماجاء فی صدقۃ السائمۃ فی الزکاۃ، مع تحقیق: شعیب الارناووط، تاریخ بغداد: ۸/ ۴۳۵، رقم: ۴۵۴۱۔

(۳) الخراج لیحیی: ص: ۱۴۰-۱۴۱، باب ماسقت السماء أوسقی بغرب۔ (۴) ایضا، ص: ۱۷۲۔

(۵) سنن ترمذی، أبواب الزکاۃ عن رسول اللہ، باب ماجاء فی زکاۃ الخضراوات، حدیث: ۶۳۸۔ (صحیح)

(۶) المعجم الأوسط: ۱/ ۱۰۹، حدیث: ۳۳۹، سنن الدارقطنی: کتاب الزکاۃ، باب لیس فی الخضراوات صدقۃ: ۲/ ۹۶، حدیث: ۸، مسند أحمد: ۵/ ۲۲۸، حدیث ۲۲۰۴۱، مصنف عبد الرزاق: ۴/ ۱۱۹، کتاب الزکاۃ، باب الخضراوات، حدیث: ۷۱۸۶۔

(۱۷) آنحضرت ﷺ نے یمن والوں کو ایک اور حکم بھی تحریر کرا کے روانہ فرمایا تھا جو یہ ہے: "عن أبي هريرة قال كتب النبي ﷺ الى أهل اليمن أن يؤخذ من العسل العشر. (۱) یعنی شہد (جو یمن میں بکثرت پیدا ہوتی ہے) کی بھی زکوۃ سے دسواں حصہ ادا کریں۔

(۱۸) آنحضرت ﷺ نے ہر قبیلہ والوں کو دیت کے مسائل لکھوا کر بھجوائے تھے: كتب النبي ﷺ على كل بطن عقوله ثم كتب انه لا يحل لمسلم أن يتوالى مولى رجل مسلم بغير اذنه وأنه لعن فى صحيفته من فعل ذلك"۔ (۲) یعنی آپ نے ہر اہل قبیلہ کو خون بہا کی تفصیل لکھوائی اور یہ بھی لکھوایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی مسلمان کے آزاد کردہ غلام کا متولی بغیر اجازت معتق کے بن جائے اور جو ایسا کرے گا وہ ملعون ہے، "وكتب النبي ﷺ لمجاعة مائة من الابل"۔ (۳) یعنی مجاعہ صحابی کو اس کے بھائی کا خون بہا سو اونٹوں کا آپ نے لکھ دیا تھا۔

(۱۹) آنحضرت ﷺ نے ضحاک صحابی کو لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی دیت سے اس کی بیوی کو ورثہ دے، "قال الضحاك بن سفيان كتب الى النبي ﷺ ان أورث امرءة أشيم الضبابى من دية زوجها"۔ (۴) یعنی بیوی مقتول شوہر

---

(۱) مصنف عبدالرزاق: ۴/۶۳، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ العسل، حدیث: ۶۹۸۲، سنن کبری للبیہقی: ۴/۱۲۶، حدیث: ۷۷۰۸، کتاب الزکاۃ، باب ماورد فی العسل، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۶/۱۲۲، حدیث: ۲۴۷۴۔ (ثابت)

(۲) صحیح مسلم: کتاب العتق، باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ، حدیث: ۳۸۶۳۔

(۳) سنن ابوداود: کتاب الخراج، باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذوي القربی، حدیث: ۲۹۹۳۔ (ضعیف)

(۴) سنن ترمذی: أبواب الدیات عن رسول اللہ، باب ماجاء فی المرأۃ ھل ترث من دیۃ زوجھا، حدیث: ۱۴۱۵، سنن ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی المراۃ ترث من دیۃ زوجھا، حدیث: ۲۹۲۹، سنن دارقطنی: ۴/۷۸، حدیث: ۴۴۵۱۔ (صحیح)

کے خون بہا سے حصہ پائے گی۔

(۲۰) آنحضرت ﷺ نے بنو زہیر بن اقیش کو بشرط اسلام ایک امان نامہ چرمی قطعہ پر تحریر فرما دیا تھا، "دخل رجل معه قطعة أدم قال: كتب لي هذه رسول الله" الخ۔ (۱) اسی طرح عمیر ذی مران اور عک ذی خیوان کو بھی امان نامے لکھوا دیئے تھے، "كتب النبي ﷺ الى عمير وعك" الخ۔ (۲)

(۲۱) آنحضرت ﷺ نے ارض خیبر کو ۳۶ حصوں میں تقسیم فرما کر نصف یعنی ۱۸ حصے اسلامی ضرورتوں کے لیے اپنے پاس رکھے اور بقیہ نصف (۱۸ حصے) صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے، ایک حصہ میں سو صحابی، اور ہر بیوی (ام المومنین) کو ایک ایک سو وسق (پیمانہ) اناج و خرما مرحمت فرمایا، یہ سارا تقسیم نامہ تحریری صورت میں تھا، جیسا کہ محدث یحییٰ بن آدم قریشی اپنی کتاب الخراج میں روایت لائے ہیں "فكتب فيها النبي ﷺ للناس (الى) كتبه لكل امراءة منهن ثمانون وسقا تمرا وعشرون حبا۔ (۳) یعنی صحابہ کے لیے بھی تحریر کر دیا اور اپنی بیویوں کے لیے بھی۔

(۲۲) آنحضرت ﷺ نے علاوہ زمین مذکور کے دوسرے مقاموں کی زمینیں بھی صحابہ کرام کو مرحمت فرمائیں اور ان کو پٹہ لکھ دیا تھا۔ "دعا النبي ﷺ الأنصار ليكتب لهم بالبحرين" الخ۔ (۴) یعنی انصار کو علاقہ بحرین کی زمینیں

---

(۱) سنن نسائی، کتاب قسم الفئی، حدیث: ۴۱۴۶، سنن ابوداود، کتاب الخراج لیحیی: باب ماجاء فی سہم الصفی، حدیث: ۲۹۹۹، مسند أحمد: ۵/۷۷، ۷۸، ۳۶۳، حدیث: ۲۰۷۵۶، ۲۰۷۵۹، ۲۳۱۲۷، معنف ابن أبی شیبۃ: ۷/۳۴۸، حدیث: ۳۶۶۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۴/۳۰۰، حدیث: ۷۸۷۷، باب صیام ثلاثۃ أیام۔ (صحیح)

(۲) سنن ابوداود: کتاب الجھاد، باب ماجاء فی أرض حکم الیمن، حدیث: ۳۰۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/۴۴۲، حدیث: ۱۳۵۷۷، مسند ابویعلی: ۱۲/۲۷۵، حدیث: ۶۸۶۴۔ (ضعیف)

(۳) الخراج لیحیی: ص: ۷۰، قسمت سہمان خیبر علی ستۃ وثلاثین سہما۔

(۴) صحیح بخاری: کتاب المساقاۃ، باب کتابۃ القطائع، حدیث: ۲۳۴۸ و کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب ما أقطع النبی ﷺ من البحرین، حدیث: ۲۹۹۲۔

لکھوائیں، حریث نجدی کے لئے ارض دہناء لکھنے کا حکم دیا، "اکتب له یا غلام بالدهناء"۔ (۱) بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے قریب ساحلی مقام ''قبل'' کی پست وبلند زمین اور جبل قدس کے دامن کی زمین لکھ دی تھی، کتب له النبي" الخ۔ (۲)

(۲۳) آنحضرت ﷺ نے وائل بن حجر صحابی رضی اللہ عنہ کو جب وہ اپنے وطن حضر موت کو واپس جانے لگے تھے، تین نوشتے مختلف مسائل (نماز، زکوۃ، ربا (سود)، بیع، نکاح، شغار، حقوق یتامی، حرمت اشیاء مسکرہ وغیرہ کے) لکھوا کر مرحمت فرمائے تھے جیسا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں: "أمر لي رسول الله ﷺ بکتب ثلاثة" الخ۔ (۳) یعنی میرے لیے تین نوشتے آنحضرت ﷺ نے تحریر کروائے تھے۔

(۲۴) آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیثوں کے لکھنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی ہے، قال: "من کتب عني أربعین حدیثا رجاء أن یغفر الله له غفر له"۔ (۴) یعنی جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا، اللہ تعالی اسے بخش دے گا، سبحان اللہ!

(۲۵) آنحضرت ﷺ نے حدیثوں کو سندوں کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا ہے، عن الحسین قال: قال النبي ﷺ: "اذا کتبتم الحدیث فاکتبوه

---

(۱) سنن ابوداود: کتاب الجهاد، باب في إقطاع الأرضین، حدیث: ۳۰۷۲۔ (ضعیف)

(۲) أیضا: حدیث: ۳۰۶۲، مسند أحمد: ۱/۳۰۶، حدیث: ۲۷۸۷، مستدرک حاکم: ۳/۵۹۳، حدیث: ۶۱۹۹، ذکر بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ، سنن کبری للبیہقی: ۶/۱۴۵، حدیث: ۱۱۵۷۷، باب کتابة القطائع۔ (صحیح)

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۵/۴۲۴، حدیث: ۱۷۵۸۳، المعجم الصغیر للطبرانی: ۲/۲۸۵، حدیث: ۱۱۸۶۔

(۴) العلل المتناهیة لابن الجوزی: ۱/۱۲۴، باب ثواب من حفظ أربعین حدیثا، حدیث: ۱۷۸۔ (ضعیف)

باسنادہ" الخ۔(۱) آپ نے فرمایا تم حدیثیں لکھو تو ان کی سندوں (راویوں کے ناموں) کے ساتھ لکھنا۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نیز انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا ہے، کما سجیئ)

عام

احادیث فعلیہ

(۱) آنحضرت ﷺ نے اواخر عمر میں تمام ماتحت حاکموں کے پاس بھیجنے کے لیے اپنی وہ تمام حدیثیں جن میں زکوۃ کے مسائل مذکور تھے، تحریری صورت میں ایک جگہ جمع کرادی تھیں، جس کا نام کتاب الصدقہ تھا، (یہ کتاب حدیث کی پہلی کتاب ہے جو بحکم نبی (ﷺ) لکھی گئی) سنن ابی داود اور بیہقی وغیرہ میں ہے: "عن ابن عمر قال: "کتب النبي ﷺ کتاب الصدقه فلم یخرج إلی عماله حتی قبض فعمل به أبوبکر رضي الله عنه حتی قبض ثم عمل به عمر رضي الله عنه حتی قبض ...... وهي عند آل عمر، قال الزهري اقرأنیها سالم فوعیتها وهي التي انتسخ عمر بن عبد العزیز" الخ۔ (۲) یعنی آنحضرت ﷺ نے ''کتاب الصدقہ'' لکھوائی، پھر آپ کا انتقال ہوگیا اور یہ کتاب عاملوں کے پاس نہ جاسکی، آپ کے بعد اس کا نفاذ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا، پھر یہ کتاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں (محفوظ) رہی، چنانچہ آپ کے پوتے

---

(۱) أدب الاملاء والاستملاء للسمعانی، ص: ۴، میزان الاعتدال للذهبی: ۴/۹۸، مسعدة بن صدقة، رقم: ۸۴۲۶، لسان المیزان لابن حجر: ۳/۱۴، من اسمه مسعدة ومسعر، جامع الأحادیث للسیوطی: ۴: ۳۸، حدیث: ۲۷۲۵، بغیة الوعاة للسیوطی: ۲/۲۲۲، حدیث: ۷۰، سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة: ۲/۳۲۱، حدیث: ۸۲۲۔ (موضوع)

(۲) سنن ابوداود: کتاب الزکاة، باب فی زکاة السائمة، حدیث: ۱۵۷۲، سنن دار قطنی: کتاب الزکاة، باب لیس فی مال المکاتب، زکاة حتی یعتق: ۳/۱۷، حدیث: ۲۰۰۹، سنن کبری للبیهقی: کتاب الزکاة، باب ابانة قوله في کل أربعین ابنة لبون وفی کل خمسین حقة: ۴/۹۰، حدیث: ۷۵۱۰، مستدرک حاکم: کتاب الزکاة: ۱/۵۵۰، حدیث: ۱۴۴۴۔ (صحیح)

سالم نے یہ کتاب امام زہری کو پڑھنے کے لیے دی، جسے زہری نے حفظ کرلیا، نیز اس کی نقل خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں سے لے کر کرائی تھی، انتہی۔

روایت بالا کے فقرہ "عمل به أبوبکر" کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں آئی ہے:

"ان أبابكر كتب لأنس هذا الكتاب لما وجهه إلى البحرين، بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضة الصدقة التي فرض النبي ﷺ" الخ۔ (۱) "وعليه خاتم رسول الله"۔ (۲) یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجنے کے وقت ''کتاب الصدقۃ'' جس پر مہر نبوی ثبت تھی، مرحمت فرمائی تھی۔ (۳)

(۴) آنحضرت ﷺ نے اپنے آخر عہد میں حدیثوں کی ایک ضخیم کتاب جس میں تلاوت قرآن مجید، نماز، زکوۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دیت، وغیرہ نیز فرائض وسنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل تحریر کراکے عمرو بن حزم صحابی کی معرفت یمن والوں کے پاس بھجوائی تھی، جیسا کہ سنن مجتبی میں ہے: "ان النبي (ﷺ) كتب إلى أهل اليمن كتابا فيه الفرائض والسنن والديات وبعث به مع عمرو

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، حدیث:۱۳۵۴۔

(۲) سنن ابوداود: کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، حدیث:۱۵۶۹، معرفۃ السنن والآثار: ۲۱۶/۳، باب کیف فرض الصدقۃ، حدیث:۲۲۱۷، مستدرک حاکم: کتاب الزکاۃ: ۳۹۰/۱، حدیث:۱۴۴۱۔ (صحیح)

(۳) سنن دارقطنی: کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الابل والغنم، وباب لیس فی مال المکاتب زکاۃ حتی یعتق، حدیث: ۱۹۸۴، وحدیث: ۲۰۰۷، ۱۴/۳، سنن کبری للبیہقی: کتاب الزکاۃ، باب کیف فرض الصدقۃ: ۸۶/۴۔ (صحیح)

به حزم" الخ. (۱)

جامعیت مسائل کے لحاظ سے اس کتاب کو حدیث کی پہلی کتاب کہنا چاہئے، جو آنحضرت ﷺ نے خود لکھوائی، اور جب کہ اس کتاب میں اتنے کثیر مسئلوں کی حدیثیں لکھی اور جمع کی گئی تھیں تو سمجھنا چاہئے کہ یہ کتاب کافی ضخیم ہوگی۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: "هو كتاب عظيم فيه أنواع كثير من الفقه في الزكوٰة والديات والأحكام وذكر الكبائر والطلاق والعتاق وأحكام الصلوٰة ومس المصحف وغير ذلك، قال الإمام أحمد لاشك أن النبي (ﷺ) كتبه". (۲) یعنی یہ کتاب جس کی بابت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بلاشک یہ کتاب آنحضرت ﷺ کی ہی لکھوائی ہوئی ہے، ایک بڑی کتاب ہے، اس میں بہت سے مسائل شرعیہ لکھے ہوئے تھے، جیسے زکاۃ، دیات، کبائر، احکام، طلاق، عتاق، نماز، قرآن چھونے اور بہت سے مسئلے اس میں مرقوم تھے، اللہ اکبر، اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت چاہئے۔

---

(۱) سنن کبری للنسائی: کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ، حدیث: ۴۸۵۳، موطأ مالک: الأمر بالوضوء لمن مس القرآن، حدیث: ۶۸۰، ۲/۲۷۸، سنن دارمی: کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ الغنم: ۱/۴۶۴، وکتاب الطلاق، باب الطلاق قبل النکاح: ۲/۲۱۴، حدیث: ۲۲۶۶، حدیث: ۱۹۲۱، سنن دارقطنی: کتاب الطہارۃ، باب فی نہی المحدث عن مس القرآن، ۱/۱۲۲، حدیث: ۵، مسند الشافعی: ص: ۲۶۶، حدیث: ۱۰۲۷، سنن کبری للبیہقی: ۱/۸۷، حدیث: ۴۱۷، باب نہی المحدث عن مس المصحف، مستدرک حاکم: کتاب الزکاۃ: ۱/۵۵۲، حدیث: ۱۴۴۷، شعب الإیمان للبیہقی: ۲/۳۸۰، حدیث: ۲۱۱۱، فصل فی حمل المصحف ومسہ، مصنف عبدالرزاق، کتاب الحیض، باب مس المصاحف والدراھم التی فیھا القرآن، حدیث: ۱۳۲۸، ۱/۳۴۰، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی بفصل: لا یمس القرآن إلا طاھر: ۱/۲۵۰، حدیث: ۲۰۹۔ (صحیح)

(۲) زاد المعاد: ۱/۱۱۴، فصل فی کتبہ ﷺ التی کتبھا الی أھل الإسلام فی الشرائع۔

احادیث قولیہ

(۱) آنحضرت ﷺ نے علم حدیث کو تحریر میں لانے کا حکم عام وصراحتاً فرمایا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال: قال النبي (ﷺ): "قيدوا العلم، قلت: وما تقييده، قال: كتابته". (۱) آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ علم حدیث کو قید میں لاؤ، صحابی نے پوچھا کہ قید سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قید تحریر میں لانا (۲)، اسی طرح کا حکم موقوفاً حضرت عمر، عبداللہ بن عمر، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، کما سیجیيء۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام صحابہ کو عام طور سے حدیثیں لکھنے کا حکم مرحمت فرمایا تھا، جیسا کہ اوپر نمبر ۳ (۲) میں مذکور ہوا، وہ حکم یہ ہے: اكتبوا ولا حرج۔ (۳) یعنی حدیثیں لکھو اب کوئی حرج نہیں رہا۔ (پہلے منع تھا جو منسوخ ہو گیا) چنانچہ صحابہ کرام نے اس پر جیسا عمل کیا، اس کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

---

(۱) مستدرک حاکم: کتاب العلم، حدیث: ۳۶۲، الجامع الصغیر: حدیث: ۶۸۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳/۵، حدیث: ۲۶۴۲۷، تنبیہ العطشان علی موارد الظمآن: ۱/۱۳۸، تاریخ بغداد: ۱۰/۴۶، تاریخ ابن عساکر: ۳۷/ ۳۵۳، ۴۳/۵۲۲، جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۲۹، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم، شرح کتاب العلم لابی خیثمہ: ص: ۱۲،۳۔ (صحیح)

(۲) دیکھیں: ص: ۷۱۔

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی: ۶/۳۰۲، حدیث: ۴۲۱۰۔

فصل دوم

دوسرا ثبوت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے
(بعض حدیثوں کا لکھنا)

(۱) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک بار ایک حدیث لکھ کر بھیجی۔ (۱) پھر دوسری بار دوسری حدیث لکھ کر روانہ کی۔ (۲)

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو حدیث شغار لکھ کر بھیجی تھی۔ (۳) نیز زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سن کر اسے لکھ لینے کا حکم دیا تھا۔ (۴)

(۳) فاطمہ بنت قیس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے ابو سلمہ کو حدیث لکھوائی تھی، "قال أبو سلمة كتبت ذلك (الحديث) من فی فاطمة" الخ۔ (۵)

(۴) ابو بکرہ صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن سے دوسرے بیٹے عبید اللہ کے پاس حدیث لکھوا کر بھیجی تھی۔ "قال كتب أبی وكتبت له الی عبيدالله" الخ۔ (۶)

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاۃ، حدیث: ۵۹۷۱، صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: ۱۳۶۶-۱۳۷۰۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب ما یکرہ من قیل وقال، حدیث: ۶۱۰۸، صحیح مسلم: کتاب الاقضیۃ، باب النہی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ۔

(۳) سنن ابوداود: کتاب النکاح، باب فی الشغار، حدیث: ۲۰۷۷، مسند أحمد: ۹۴/۴، حدیث: ۱۶۹۰۲، سنن کبری للبیہقی: ۲۰۰/۷، باب فی الشغار، حدیث: ۱۴۵۲۰، مسند أبو یعلی: ۲۹۷/۱۳، حدیث: ۷۳۷۰، حدیث میمونہ زوجہ النبی ﷺ، صحیح ابن حبان: کتاب النکاح، باب الشغار: ۴۶۰/۹، حدیث: ۴۱۵۳۔

(۴) سنن ابوداود: کتاب العلم، باب فی کتابۃ العلم، حدیث: ۳۶۴۹، مسند أحمد: ۱۸۲/۵، حدیث: ۲۱۶۱۹۔

(۵) صحیح مسلم: کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا، حدیث: ۱۴۸۰۔

(۶) صحیح مسلم: کتاب الاقضیۃ، باب کراھۃ قضاء القاضی وھو غضبان، سنن النسائی: کتاب آداب القضاۃ، باب ذکر ما ینبغی للحاکم أن یجتنبہ، حدیث: ۱۷۱۷۔

(۵) عبداللہ بن اَبی اُوفی صحابی رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبید اللہ کی طرف حدیث تحریر کر کے روانہ کی تھی۔ (۱)

(۶) ابوسعید خدری صحابی رضی اللہ عنہ تشہد والی حدیث تحریر کرنے کے مقر ہیں۔ (۲)

(۷) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ صحابی نے عامر بن سعد کو حدیث خلفاء قریش تحریر کر کے بھیجی تھی۔ (۳) نیز حدیث ذکر حوض کوثر لکھ کر دوسری بار روانہ کی۔ (۴) غالبا انہیں جابر رضی اللہ عنہ کی بابت حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں تحریر کیا ہے: قال الربیع: "رأیت جابرا یکتب فی الألواح"۔ (۵) یعنی جابر رضی اللہ عنہ تختیوں میں حدیثیں لکھتے تھے۔

(۸) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ صحابی جنہوں نے حدیث لکھنے کی اجازت آنحضرت ﷺ سے حاصل کی تھی، (۶) ان کے حدیث لکھنے کا ثبوت ملاحظہ ہو، وہ مروان سے کہتے ہیں: "ذلك (الحدیث مکتوب) عندنا فی أدیم خولانی ان شئت اقرأتکه"۔ (۷) یعنی مدینہ کے حرم ہونے کی حدیث میرے پاس خولانی چرم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب کان النبی اذا لم یقاتل أول النهار.. الخ، و باب لاتمنوا لقاء العدو، حدیث: ۲۸۰۴، ۲۸۶۱، صحیح مسلم: کتاب الجهاد، باب کراهة تمنی لقاء العدو، والأمر بالصبر عند اللقاء، حدیث: ۴۶۴۰۔

(۲) سنن أبی داود: کتاب العلم، باب فی کتابة العلم، حدیث (۳۶۴۸)۔ (عن أبی سعید الخدری، قال: "ما کنا نکتب غیر التشهد والقرآن" (صحیح)۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الإمارة، باب الناس تبع لقریش والخلافة فی قریش، حدیث: ۱۸۲۲۔

(۴) ایضا۔

(۵) مصنف ابن ابی شیبة: ۶/۲۳۸، ذکر من رخص فی کتاب العلم، حدیث: ۲۶۴۲۵، جامع بیان العلم وفضله: ۱۴۶۔

(۶) دیکھو ثبوت أول کا نمبر: ۳، ص: ۷۱۔

(۷) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة، حدیث: ۱۳۶۱۔

کے فرد پر لکھی ہوئی ہے، اگر چاہو تو اسے لاکر تمہیں سنادوں۔

(۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سن کر لکھا کرتے تھے۔ (۱) پھر دوسروں کو بھی حدیث لکھ کر دیا کرتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ مدعی علیہ پر قسم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن ابی ملیکہ کو لکھ کر بھیجی۔ (۲) صحیح مسلم میں ہے کہ نجدہ حروری کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث لکھی: "كان النبي (ﷺ) يغزو بالنساء"۔ (۳) چنانچہ ابن عباس کی لکھوائی ہوئی حدیثوں کی کتاب اہل طائف کے پاس موجود تھی۔ (۴) ابن عباس کا یہ قول بھی منقول ہے: "قيدوا العلم بالكتاب"۔ (۵) یعنی علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں ایک روایت آنحضرت ﷺ سے سن کر لکھی پھر لکھ کر آپ کو سنائی، "قال سمعتها من النبي ﷺ فكتبتها وعرضتها عليه"۔ (۶) اپنے ایک بیٹے کو بھی ایک حدیث لکھنے کا حکم دیا، "قال .... فقلت لابني اكتبه"۔ (۷) یعنی اے بیٹے! اس حدیث کو لکھ لو، اس نے لکھ لیا، پھر اپنے دو بیٹوں کو عام طور سے تمام حدیثوں کو تحریر میں لانے کا حکم دیا، جیسا

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳۷۱/۲، ذکر من جمع القرآن علی عهد رسول اللہ ﷺ، منهم ابن عباس۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الشهادات، باب الیمین علی المدعیٰ علیہ فی الأموال والحدود، حدیث: ۲۵۲۴۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم... الخ، حدیث: ۴۷۸۷۔

(۴) سنن ترمذی: أبواب السیر، باب من یعطی الفئ۔

(۵) العلم لأبی خیثمة: ص: ۳۴، حدیث: ۱۴۸، تقیید العلم للخطیب البغدادی، ص: ۹۲، جامع بیان العلم وفضله: ۱۴۵/۱، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔

(۶) مستدرک حاکم: ۶۶۴/۳، حدیث: ۶۴۵۲۔

(۷) صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب من لقی اللہ بالإیمان وهو غیر شاک فیه دخل الجنة، حدیث: ۵۴۔

کہ محدث خطیب بغدادی نے اپنی کتاب شرف اصحاب الحدیث میں نقل کیا ہے: "إن أنسا أمر النضر وموسى ابنيهما بكتابة الحديث والاسناد عن النبي (ﷺ) وتعلمها" الخ. (۱) یعنی انس رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بیٹوں نضر اور موسیٰ کو حدیث نبوی سیکھنے اور ان کو سند کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا تھا، پھر جب ان کو اللہ نے بہت سے بیٹے دیئے (بہ دعائے رسول) جن کی تعداد قریب ۱۲۹ کے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: "دفن لصلبي ...... بضع وعشرون ومائة". (۲) تو اپنے سب بیٹوں کو حدیثیں لکھنے کا حکم دیا، وعن أنس انه كان يقول ابنيه: "قيدوا العلم بالكتاب". (۳) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تمام بیٹوں سے فرماتے کہ علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔ ابان کا انس سے حدیث لکھنا دارمی (۴) میں منقول ہے۔ فتلك عشرة كاملة.

صحابہ کا تمام حدیثوں کا لکھنا

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو تمام حدیثیں لکھنے کا حکم (ملنا) ثبوت اول کے نمبر ۴ میں بیان ہو چکا ہے (۵)، اب ان کا عمل سنئے:

"ان عبد الله بن عمرو كان يكتب" الخ. (۶) حضرت عبداللہ ساری

---

(۱) تقیید العلم للخطیب: ص: ۹۴، القسم الثالث، الفصل الثانی، ذکر الروایة عن أنس بن مالک فی ذلک، شرف أصحاب الحدیث للخطیب: ص: ۹۷، ذکر بعض الروایات عن الصحابة والتابعین فی الحث علی حفظ الحدیث...... الخ۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب من زار قوما فلم یفطر عندهم، حدیث: ۱۸۸۱، وطرفہ: ۵۹۷۵، ۵۹۸۴، ۶۰۱۷، ۶۰۱۸۔

(۳) مستدرک حاکم: کتاب العلم: ۱/۱۸۸، حدیث: ۳۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/۲۹۶، حدیث: ۶۹۹، مسند الشہاب: ۱/۳۷۰، حدیث: ۶۳۷۔

(۴) سنن دارمی: المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث: ۴۹۲۔

(۵) دیکھیں، ص: ۷۱۔

(۶) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث: ۱۱۳۔

حدیثیں لکھا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ ان تمام احادیث کے مجموعہ کا نام انہوں نے "صحیفۂ صادقہ" رکھا تھا، چنانچہ فرمایا کرتے:

"ما یرغبني في الحیاۃ الا الصادقة وھي صحیفة کتبتھا من النبي (ﷺ)"۔ (۱) یعنی یہ حدیث کی کتاب میں نے آنحضرت ﷺ سے سن کر لکھی ہے، اس لیے میری تمنا ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں اور زندہ رہوں تاکہ اس سے فائدہ اٹھاؤں، وہ اس صحیفہ (کتاب) کو مختلف لوگوں کو دکھلایا کرتے تھے، چنانچہ ترمذی میں ہے:

"ألقی عبد الله الی أبی راشد صحیفة فقال ھذا ما کتب لي رسول الله (ﷺ) قال فنظرت فیھا" الخ۔ (۲) یعنی حضرت عبداللہ نے اپنا صحیفہ ابوراشد کو دکھلاتے ہوئے کہا کہ یہ مجھے آنحضرت ﷺ نے لکھوایا ہے، یہ کتاب ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس موجود تھی جسے دیکھ دیکھ کر وہ حدیث بیان کرتے تھے، اسی وجہ سے ان پر ضعف کا حکم لگا۔ (۳) صحابہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حدیث کی یہ پہلی کتاب ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث نبویہ بہت سی کتابوں (جلدوں) میں لکھی ہوئی موجود تھی، چنانچہ حسن بن عمرو کہتے ہیں: "أرانا (أبوھریرۃ) کتبا کثیرۃ من حدیث النبي (ﷺ) وقال ھذا ھو

---

(۱) سنن دارمی: المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث: ۴۹۶۔

(۲) سنن ترمذی: أبواب الدعوات عن رسول اللہ، باب، حدیث: ۳۵۲۹، مسند أحمد: ۲/۱۹۶، حدیث: ۶۸۵۱، لأدب المفرد: آداب عامة، باب مایقول إذا أمسی، حدیث: ۱۲۰۴۔

(۳) سنن ترمذی: أبواب الصلاۃ عن رسول اللہ، باب ما جاء فی کراھیة البیع والشراء وإنشاد الضالة والشعر فی المسجد، حدیث: ۳۲۲، وأبواب الزکاۃ عن رسول اللہ، باب زکاۃ مال الیتیم، حدیث: ۶۴۱۔

مکتوب عندي"۔ (۱) ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث نبویہ کی بہت سی کتابیں دکھائیں جو ان کے پاس تھیں، ان کتابوں سے تابعی لوگ حدیثیں نقل کیا کرتے تھے، جیسا کہ بشیر بن نہیک کہتے ہیں: "کنت آخذ الکتب من أبي هريرة فأكتبها"۔ (۲) کہ میں ابو ہریرہ سے ان کی کتابیں لے کر اس سے حدیثیں نقل کیا کرتا تھا۔ (حضرت ابو ہریرہ ۵۳۷۴ حدیثوں کے حافظ تھے) (۳) پس ان کتابوں میں یہی سب حدیثیں لکھی ہوئی ہوں گی، اسی لیے "کتبا کثیرة" کا لفظ آیا ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بھی حدیثوں کو ایک کتاب میں لکھ رکھا تھا، جسے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن لوگوں کو دکھایا کرتے تھے، چنانچہ معن کہتے ہیں: "اخرج اليّ عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود كتابا وحلف لي انه خط أبيه بيده"۔ (۴) کہ عبدالرحمٰن نے مجھے حدیث کی ایک کتاب دکھائی پھر قسم کھائی کہ یہ کتاب میرے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

---

(۱) فتح الباری: ۱/۲۰۷، کتاب العلم، باب کتابة العلم، تحفة الأحوذی: ۷/۳۵۹، أبواب العلم، باب الرخصة فی کتاب العلم۔

(۲) مصنف ابن أبي شیبة: ۵/۳۱۴، حدیث: ۲۶۴۳۲، سنن دارمی: المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث: ۴۹۴، شرح معانی الآثار: کتاب الکراهة، باب کتابة العلم هل تصلح أم لا، حدیث: ۶۶۲۵، العلم لأبی خیثمة: ص: ۱۳۲، حدیث: ۱۳۷، تقیید العلم للخطیب البغدادی: ۱/۱۰۱، جامع بیان العلوم وفضله: ۱/۱۴۷، حدیث: ۲۲۷، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔

(۳) مقدمة صحیح مسلم مع شرح النووی: ۱/۷۲، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۔

(۴) مصنف ابن أبي شیبة: ۵/۳۱۳، حدیث: ۲۶۴۲۹، جامع بیان العلم وفضله: ۱/۱۴۷، حدیث: ۲۷۳، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔

خلفاء راشدین کا عمل

(۴) خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب میں پانچ سو حدیثیں لکھ رکھی تھیں جیسا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: قالت عائشة: "جمع أبي الحديث عن النبي (ﷺ) فكانت خمس مائة حديث"۔ (۱) کہ میرے ابا نے آنحضرت ﷺ کی حدیثیں لکھنی شروع کیں تو ان کا شمار پانچ سو تک پہنچا۔ (آگے واقعۂ تحریق صحیح نہیں) (۲)

(۵) خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد کے پاس مقام آذربائیجان حدیث: "نهى النبي (ﷺ) عن الحرير" الخ لکھ کر بھیجی تھی۔ (۳) اور تمام صحابہ کو حکم دے رکھا تھا: "قيدوا العلم بالكتاب"۔ (۴) یعنی علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔ (یہی قول ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے (۵))، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بھی تمام حدیثوں کو لکھ کر جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا، بلکہ لکھنا بھی شروع کر دیا تھا، جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: "ان عمر بن الخطاب أراد أن يكتب هذه الأحاديث أو كتبها"۔ (۶)

---

(۱) کنز العمال: ۱۰/۵۰۳، حدیث: ۲۹۴۶۰، جامع الاحادیث: ۲۵/۱۲۰، حدیث: ۲۷۷۳۰۔

(۲) آگے واقعۂ تحریق صحیح نہیں ہے، مؤلف رحمہ اللہ حدیث مذکور میں آگے جو حدیثوں کے اوراق جلانے کا تذکرہ آیا ہے، اس کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ "واللہ عند اللہ"، دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ للامام ذہبی: ۱/۱۰، الانوار الکاشفۃ، ص: ۳۷، وقال الذھبی: فھذا لا یصح۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال وقدر ما یجوز منہ، حدیث: ۵۴۹۰، صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، حدیث: ۵۵۳۶۔

(۴) سنن دارمی: المقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۴۹۷، مصنف ابن أبی شیبۃ: ۵/۳۱۳، حدیث ۲۶۴۲۷، من رخص فی کتاب العلم، مستدرک حاکم: کتاب العلم، حدیث: ۳۵۹-۳۶۰۔

(۵) سنن دارمی: المقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۴۹۸۔

(۶) مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۲۵۷، حدیث: ۲۰۴۸۴، کتاب الجامع للامام معمر بن راشد الازدی، جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۱۳۶، حدیث: ۲۳۵، باب ذکر کراھیۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ۔

(۶) خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک صحیفہ میں حدیثیں لکھنا ثبوت اول کے نمبر ۲ میں بیان ہو چکا ہے (۱)، اس کے علاوہ ایک کتاب "قضایا" لکھی تھی، جس میں احکام قضاء کی حدیثیں جمع کی تھیں۔ (۲) اور اپنے محرروں کو حکم دے رکھا تھا کہ: إذا كتبتم الحديث فاكتبوه باسناده۔ (۳) جب تم احادیث نبویہ کو لکھنے لگو تو ان کی سندوں کو بھی ساتھ ہی لکھو جن سے تم نے حدیث سنی ہے (ایسا ہی حکم آنحضرت ﷺ کا بھی ثبوت اول کے آخری نمبر ۲۵ میں نقل ہو چکا ہے) (۴) ولعل فيما نقلناه كفاية لمن له فهم ودراية۔

فصل سوم
تیسرا ثبوت تابعین عظام رحمہم اللہ کے عمل سے
(بعض حدیثوں کا لکھنا)

(۱) نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے بیٹھ کر ان سے حدیثیں سنتے جاتے اور لکھتے جاتے تھے۔ "يكتب بين يديه"۔ (۵) پھر دوسروں کے پاس حدیث لکھ بھیجتے تھے، چنانچہ ابن عون کو نافع نے حدیث غزوۂ بنی مصطلق لکھ کر بھیجی تھی۔ (۶) ایک

---

(۱) دیکھیں: ص: ۷۰۔

(۲) مقدمۃ صحیح مسلم: باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا، رقم: ۲۲-۲۳۔

(۳) أدب الاملاء والاستملاء للسمعانی: ص: ۴، میزان الاعتدال: ۴/۹۸، مسعدۃ بن صدقۃ، رقم: ۸۴۶، لسان المیزان لابن حجر: ۳/۱۴، من اسمہ مسعدۃ ومسعر۔

(۴) دیکھیں: ص: ۷۹-۸۰۔

(۵) سنن دارمی: المقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۵۲۴۔

(۶) صحیح بخاری: کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا، حدیث: ۲۵۴۱، صحیح مسلم: کتاب الجھاد والسیر، باب جواز الاغارۃ علی الکفار الذین بلغتھم دعوۃ الاسلام، من غیر تقدم الاعلام، حدیث: ۱۷۳۰۔

بار اور بھی انہیں ابن عون کو حدیث "تفلنا رسول الله بعيرا" (۱) والی نافع نے تحریر کر کے روانہ کی تھی۔ یعنی مسئلہ انفال کی تفصیل کی حدیث۔

(۲) عمر بن عبد اللہ بن ارقم تابعی نے عبد اللہ بن عتبہ کو حدیث عدت حاملہ یعنی قصہ سبیعہ صحابیہ مع جواب نبوی کے لکھ کر بھیجا تھا۔ (۲)

(۳) عبد اللہ بن محمد تابعی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سن سن کر لکھ لیا کرتے تھے، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں: "قال عبد الله كنا نأتي جابرا فنسأله عن سنن النبي ﷺ فنكتبها"۔ (۳) ترجمہ بیان ہو چکا۔

(۴) وہب بن منبہ تابعی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تمام حدیثوں کا مجموعہ لکھ کر تیار کیا تھا، جو اسماعیل بن عبد الکریم کے پاس تھا۔ (۴)

(۵) سلیمان بن قیس یشکری تابعی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کا دوسرا مجموعہ لکھ کر بنایا تھا جس سے امام شعبی تابعی وغیرہ نے حدیثیں نقل کی ہیں۔ (۵)

(۶) سلیمان بن سمرہ تابعی نے اپنے والد سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ صحابی سے حدیثوں کا ایک بڑا نسخہ لکھا ہوا روایت کیا ہے۔ (۶)

(۷) عروہ تابعی نے غزوات کی حدیثیں لکھ کر جمع کی تھیں، جیسا کہ کشف الظنون میں ہے: "أول من صنف فيها عروة بن الزبير"۔ (۷) اور خلیفہ

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسير، باب الأنفال، حدیث: ۱۷۴۹۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل، حدیث: ۱۴۸۴۔

(۳) سنن دارمی: کتاب العلم، باب مذاكرة العلم، حدیث: ۶۳۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: کتاب الكراهة، باب: كتابة العلم هل تصلح أم لا؟ حدیث: ۱۳۳۷۔

(۴) تہذیب التہذیب: ۳۱۶/۱، رقم: ۵۷۴، اسماعیل بن عبد الکریم بن معقل۔

(۵) تہذیب التہذیب: ۲۱۵/۴، رقم: ۳۶۸، سلیمان بن قیس الیشکری البصری۔

(۶) تہذیب التہذیب: ۱۹۸/۴، رقم: ۳۳۵، سلیمان بن سمرۃ۔

(۷) کشف الظنون: ۱۷۴۶/۲، مغازی الرسول ﷺ۔

عبدالملک اموی کو عروہ نے اس کتاب کی ایک نقل روانہ کی تھی (۱)۔ افسوس ان کی یہ کتاب جنگ حرہ (مدینہ) میں جل گئی۔ (۲)

(۸) طاؤس تابعی نے دیت (خون بہا) کی حدیثیں لکھ کر جمع کی تھیں، جیسا کہ بیہقی میں ہے: "عن طاؤس ان عنده كتابا من العقول نزل به الوحي وما فرض النبي (ﷺ)" (۳) یعنی طاؤس کے پاس ان دیتوں کی کتاب تھی جو وحی سے نازل شدہ اور آنحضرت ﷺ کی مقرر کردہ تھیں۔

(۹) زہری تابعی نے خلیفہ ہشام اموی کی فرمائش پر اس کے ولی عہد کے لیے ایک کتاب میں چار سو حدیثیں لکھ دی تھیں، جیسا کہ ذہبی لکھتے ہیں: "ان هشام بن عبد الملك سأل الزهري أن يملي على بعض ولده شيئا فأملى عليه أربع مائة حديث"۔ (۴) ترجمہ بیان ہو چکا۔

(۱۰) ابو بردہ تابعی نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صحابی سے بہت سی حدیثیں سن کر لکھی ڈالی تھیں جیسا کہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: عن أبي بردة قال: "كتبت عن أبي كتابا كثيرا"۔ (۵) یعنی میں نے اپنے والد سے بہت کچھ لکھا تھا۔

(۱۱) سعید بن جبیر تابعی حضرت ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سن کر لکھا کرتے تھے، "كنت أسمع من ابن عمر، وابن عباس الحديث

---

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری: ۲/۳۲۸، ذكر الخبر عما كان من أمر نبي الله ﷺ عند ابتداء الله تعالى ذكره إياه باكرامه بإرسال جبريل عليه السلام إليه بوحيه.

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۵۲، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم، رقم: ۲۹۵۔

(۳) مسند الشافعی: ص: ۲۶۴، حدیث: ۱۲۶۹، ومن کتاب ابطال الاستحسان، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱/۲، حدیث: ۱، مفتاح الجنۃ للسیوطی: ص: ۱۵-۱۶۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۸۳۔ (الزہری)

(۵) مصنف ابن أبي شیبۃ: ۵/۳۱۵، حدیث: ۲۶۴۴۲، العلم لابی خیثمہ: ص: ۱۵۳، حدیث: ۱۵۳، تقیید العلم، للخطیب: ص: ۴۰-۴۱، جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۳۲، حدیث: ۲۳۷۔

بالليل فاكتبه"۔(۱) یعنی رات کو حدیث سن کر لکھتے۔

(۱۲) عنترہ تابعی نے حضرت ابن عباس سے حدیث سن کر ان کی اجازت سے تحریر کی، عن عنترة بن عبد الرحمن الكوفي قال: "حدثني ابن عباس بحديث فقلت اكتبه عنك فرخص لي"۔(۲) ابن عباس نے ان کو تحریر حدیث کی رخصت دی۔

(۱۳) بہت سے تابعین حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس حدیثیں لکھا کرتے تھے،"قال عبد الله رأيتهم يكتبون عند البراء رضي الله عنه بأطراف القصب"۔(۳) یعنی تابعین بانس کے قلموں سے براء کے پاس حدیث لکھتے تھے۔

(۱۴) بشیر بن نہیک تابعی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی سے جو حدیثیں سنتے لکھ لیا کرتے تھے، عن بشير بن نهيك قال: "كنت أكتب ما أسمع من أبي هريرة"۔ (۴) جیسا کہ دوسری فصل میں مفصل گزر چکا ہے۔

(۱۸) ہمام بن منبہ تابعی نے ابو ہریرہ سے ۱۴۰ حدیثیں سنی تھیں۔(۵) ان حدیثوں کا مجموعہ"صحیفۂ ہمام" کے نام سے لکھ کر تیار کیا تھا۔(۶) خلاصہ تذہیب میں

---

(۱) سنن دارمی: المقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۴۹۵۔

(۲) ایضا: حدیث: ۵۰۴، اور مؤلف رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم وفضلہ کا حوالہ دیا ہے، ہمیں اس میں یہ اثر نہیں ملا۔

(۳) سنن دارمی: التقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۵۰۳، العلم لأبی خیثمۃ، حدیث: ۱۴۷، تقیید العلم للخطیب بغدادی، ص: ۱۰۵۔

(۴) سنن دارمی: المقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث: ۴۹۴، مصنف ابن أبی شیبۃ: ۲۶۴۳۲، العلم لأبی خیثمۃ: حدیث: ۱۳۷، تقیید العلم للخطیب البغدادی ص: ۱۰۱، جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۴۷ حدیث: ۲۷۷۔

(۵) تہذیب الکمال: ۲۹۹/۳۰، تہذیب التہذیب لابن حجر: ۶۷/۳۴، حرف الحاء۔

(۶) تہذیب الکمال للمزی: ۲۹۹/۳۰، من اسمہ ہمام وہناد، التحبیر فی المعجم الکبیر: ص: ۱۸، أبو أحمد التمیمی۔

ہے: "عن أبي هريرة نسخة صحيحة". (۱) یعنی ابوہریرہ سے سنی ہوئی حدیثوں کا نسخہ ان کا صحیح ہے، امام احمد نے ہمام کا یہ پورا صحیفہ اپنی مسند جلد دوم میں ص ۳۱۲ سے ۳۱۸ تک نقل کر دیا ہے۔

تابعین کا تمام حدیثوں کو لکھ کر جمع کرنا

(۱) امام زہری تابعی کی عادت تھی، "كان يكتب كل ما سمع". (۲) جو کچھ حدیث (اثر) سنتے تھے سب لکھ لیتے تھے، چنانچہ انہوں نے تمام سنن نبویہ و آثار صحابہ لکھ کر جمع کر لی تھیں، جیسا کہ صالح بن کیسان کہتے ہیں: "قال لي الزهري تعال نكتب السنن فكتبنا ما جاء عن النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) وعن الصحابة فانه سنة فكتب". (۳) یعنی آؤ ہم تم مل کر تمام احادیث نبویہ و آثار صحابہ کو لکھ ڈالیں کہ ایسا کرنا سنت ہے، پس زہری نے سب لکھ ڈالا۔ (یہ واقعہ نمبر ۵ سے الگ ہے)

(۲) خلیفہ عمر بن عبد العزیز تابعی نے اپنی حکومت کے زمانہ میں جمع و کتابت احادیث پر خاص توجہ کی، خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی کتاب الصدقہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے نقل کرائی (جیسا کہ اوپر "احادیث فعلیہ" کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے) (۴) اور تمام شہروں کے علماء حدیث کو نیز خاص خاص اصحاب حدیث کو جمع و کتابت احادیث کا حکم بھیجا، چنانچہ تمام شہروں کی بابت حوالہ ملاحظہ ہو، فتح الباری میں ہے: "كتب عمر بن عبد العزيز الى الآفاق انظروا حديث

---

(۱) خلاصۃ تذہیب الکمال: لصفی الدین الخزرجی، ص ۴۱۱، من اسمہ ہمام۔

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۵۰، حدیث: ۲۹۰، باب ذکر الرخصۃ فی کتابۃ العلم۔

(۳) مصنف عبد الرزاق: ۱۱/۲۵۸، حدیث: ۲۰۴۸۷، کتاب الجامع للامام معمر الخ، باب کتاب العلم، تقیید العلم للخطیب البغدادی ص: ۱۰۶، تہذیب الکمال: ۱۳/۸۳، تہذیب التہذیب: ۹/۳۹۷، جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۱۵۵-۱۵۹، ۲/۳۵۷، حدیث: ۳۰۵-۳۰۶، ۱۲۱۹، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم، وباب الحض علی لزوم السنۃ والاقتصار علیہا۔

(۴) دیکھیں: ص: ۸۰۔

النبي (ﷺ) فاجمعوه".(۱) یعنی خلیفۂ مذکور نے تمام مقاموں میں تحریری حکم جمع احادیث کا بھیجا تھا۔

(۳) خاص نامزد کر کے جن علماء کو حکم دیا ان میں سے ایک سعد بن ابراہیم ہیں وہ خود کہتے ہیں: "قال سعد أمرنا عمر بن عبد العزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا".(۲) کہ ہم نے خلیفہ مذکور کے حکم سے حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے تھے۔

(۴) ان علماء میں سے دوسرے بزرگ ابوبکر بن حزم ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں: "كتب عمر بن عبد العزيز الى أبي بكر بن حزم انظر ما كان من حديث فاكتبه".(۳) یعنی خلیفہ مذکور نے ابن حزم کو احادیث نبویہ لکھنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے بھی حدیثیں لکھیں۔

(۵) ان محدثوں میں تیسری ہستی امام زہری کی ہے، ابن حجر لکھتے ہیں: "دوّن الحديث ابن شهاب الزهري رحمه الله بأمر عمر بن عبد العزيز، ثم كثر التدوين والتصنيف" الخ۔ (۴) یعنی امام زہری نے بھی خلیفۂ مذکور کے حکم سے (علاوہ ذاتی طور سے احادیث جمع کرنے کے جس کا ذکر اوپر نمبر اول میں ہوا ہے، دوبارہ کتابوں میں) حدیثیں مدون اور جمع کیں۔ (ابن حجر کہتے ہیں) پھر اس کے بعد تو کثرت سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں اور تصنیف کی گئیں، ان کتابوں کا مفصل

---

(۱) تاریخ أصبہان: ۱/۱۵۹، باب الدال، درہم بن مظاہر الزبیری، فتح الباری ۱/۱۹۵، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم۔

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۵۵، حدیث: ۳۰۴، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم معلقاً، مصنف ابن أبي شیبۃ ۱۴/۳۴، حدیث ۳۷۸۰۳۔

(۴) فتح الباری: ۱/۲۰۸، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، تحفۃ الاحوذی ۷/۳۵۹، أبواب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الرخصۃ۔

حال (جو صحاح ستہ سے پہلے لکھی جاچکی تھیں) کتاب کشف الظنون (۱) میں زیر عنوان: "السنن الموجودة قبل الصحيحين" مرقوم ہے، ان میں سے مسند ابی داود طیالسی، مسند شافعی، موطا مالک طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں، اور سنن سعید بن منصور، مسند ابوعوانہ، مصنف ومسند ابن ابی شیبہ وغیرہ قلمی ہیں جو مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں (۲)۔

جب یہ واضح ہو چکا کہ امام زہری کے بعد تدوین احادیث کا سلسلہ بکثرت جاری ہو گیا تھا، تو ہم کو اس امر کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ تابعین کے بعد والے قرون کی تالیفات کی فہرس لکھیں، مختصر طور سے یوں سمجھ لینا چاہئے کہ محدثین کرام نے احادیث کی کتابت اور تدوین کے تین دور قائم کئے ہیں، پہلا دور ۱۰۰ھ تک قائم رہا، دوسرا دور ۱۵۰ھ تک اور تیسرا دور تیسری صدی کے بعد تک قائم رہا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کی کتابوں کا تمام مواد تیسرے دور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا، ان دونوں دور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزارہا اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے، فالحمد لله على احسانه۔ لہذا جس قدر ہم لکھ چکے ہیں، وہ کافی وافی شافی ہے۔

در خانہ اگر کس است حرفے بس است

---

(۱) کشف الظنون: ۲/۱۰۰۸، (السنن الموجودة قبل "الصحیحین")

(۲) اب یہ ساری حدیث کی کتابیں باقاعدہ تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

خاتمہ

تحقیق روایت منع کتابت احادیث ودیگر امور

فصول مذکورہ بالا کے پڑھ لینے کے بعد ناظرین باتمکین کو بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حدیثوں کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہوئی ہے، ان کا یہ زعم کس قدر غلط باطل اور حقیقت سے بعید ہے، نیز جن کے نزدیک کتابت وتدوین احادیث "بدعۃ حسنۃ" کی ایک عمدہ مثال ہے، ان کی نظر کس قدر کوتاہ، اور ان کی تحقیق کتنی خلاف واقع ہے، کیونکہ حقیقت اصلیہ تو یہ ہے کہ کتابت وجمع احادیث آنحضرت ﷺ کے حکم اور فعل، نیز صحابہ کے عمل سے ہوئی ہے، پہلی اور دوسری فصل کو پھر پڑھئے اور غور سے دیکھئے۔

رہا یہ عمل کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیثوں کے لکھنے سے منع فرمادیا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

"قال النبي ﷺ لا تكتبوا عني ومن كتب عني غير القرآن فليمحه". (۱)

یعنی میری حدیث نہ لکھو، جس نے لکھی ہو وہ مٹادے، سو واضح ہو کہ یہ حکم منع صرف زمانۂ نزول قرآن تک مختص تھا، اس لیے کہ اس وقت قرآن لکھا جارہا تھا، اس کے ساتھ حدیثوں کے مل جانے کا خوف تھا، جب قرآن کتابی صورت میں جمع ہوچکا تو آنحضرت ﷺ نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دے دی بلکہ خود بھی لکھوائیں، اس طرح پہلی ممانعت کو خود ہی اٹھادیا، جیسا کہ اس باب (دوم) کی فصل اول میں مفصل بیان

(۱) صحیح مسلم: کتاب الزھد والرقائق، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم، حدیث: ۷۷۰۲۔

ہو چکا ہے، محدثین عظام کی تحقیق بھی یہی ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

فتح الباری شرح بخاری میں ہے: "النهي مقدم والاذن ناسخ له"۔ (۱)

منہاج شرح مسلم میں ہے: "حديث النهي منسوخ"۔ (۲)

رسالہ ناسخ منسوخ لابن الجوزی میں ہے: "نهى في أول الأمر ثم أجاز الكتابة"۔ (۳)

ابن قتیبہ اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں: "نهى في أول الأمر عن أن يكتب ثم رأى أن تكتب وتقيّد"۔ (۴)

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث لکھنے کی ممانعت کا حکم پہلے ہوا تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا اور حدیث لکھنے کی اجازت ہوگئی۔

امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ منع کی روایت مرفوع ہی نہیں ہے، بلکہ موقوف ہے، یعنی آنحضرت ﷺ کا فرمان نہیں ہے، بلکہ راوی صحابی کا قول ہے، جو اجازت کی حدیث مرفوع سے مدفوع ہے۔

فتح الباری میں ہے: "الصواب وقفه على أبي سعيد قاله البخاري وغيره"۔ (۵) یعنی روایت مسلم مذکورہ کا راوی ابوسعید پر موقوف ہونا ہی صواب اور

---

(۱) فتح الباری: ۱/۲۰۸، کتاب العلم: باب کتابۃ العلم، تحفۃ الأحوذی: ۷/۳۵۹، أبواب العلم عن رسول اللہ، باب ما جاء فی الرخصۃ۔

(۲) المنہاج شرح صحیح مسلم للإمام النووی: ۹/۳۸۹، کتاب الزہد والرقائق، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم۔

(۳) کشف المشکل عن حدیث الصحیحین: ۳/۱۶۲، حدیث: ۱۴۷۷۔ إعلام العالم بعد رسوخہ بناسخ الحدیث ومنسوخہ، از ابن الجوزی، ص: ۳۵۹۔

(۴) تأویل مختلف الحدیث، ص: ۲۸۶۔

(۵) فتح الباری: ۱/۲۰۸، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، تحفۃ الأحوذی: ۷/۳۵۹، أبواب العلم عن رسول اللہ، باب الرخصۃ فی کتابۃ العلم۔

درست ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے حدیثوں کے لکھنے کے ثبوت میں، قرآن مجید کی ایک آیت سے دلیل پکڑی ہے، طحاوی لکھتے ہیں:

قال أبو حنيفة لما أمر الله بكتابة الدين خوف الريب في قوله تعالى: ولا تسأموا أن تكتبوه صغيرا أو كبيرا الى أجله ذلكم أقسط عند الله وأقوم للشهادة وأدنى ان لا ترتابوا (۱)، كان العلم الذي حفظه أصعب من حفظ الدين أحرى أن يباح كتابته خوف الريب فيه والشك. (۲)

یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ نے شک وشبہ سے بچنے کے لیے قرض کے لکھ لینے کا حکم اس آیت میں دیا ہے، ارشاد ہے کہ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو، اسے مدت سمیت لکھو، یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے اور شہادت کو ٹھیک رکھنے والا ہے، تم شک وشبہ میں نہ پڑو گے، تو علم حدیث کا یاد رکھنا قرض کے یاد رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے، لہذا حدیث میں شک وشبہ سے بچنے کے لیے اس کے لکھنے کی اجازت واباحت زیادہ ضروری ہے، سبحان اللہ کیا خوب استدلال ہے، فلله دره وعلى الله أجره.

علامہ ابوالمليح نے ایک اور ہی آیت سے دلیل پکڑی ہے، فرماتے ہیں:

يعيبون علينا الكتاب وقد قال الله: علمها عند ربي في

---

(۱) البقرۃ: ۲۸۲۔

(۲) شرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب کتابۃ العلم هل تصلح أم لا؟ حدیث: ۶۶۱۹۔

کتاب۔(۱)

یعنی لوگ ہم محدثین پر حدیثوں کے لکھنے کے باعث عیب لگاتے اور اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ "قرون کا علم اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے"۔ پس اللہ تعالی جس کی شان یہ ہے: لا يضل ربي ولا ينسى۔(۲) جو اسی آیت کے بعد مذکور ہے کہ وہ نہ غلطی کرے نہ بھولے، پھر بھی وہ لکھتا ہے، تو ہم جو غلطی کرتے اور بھولتے ہیں لأن الانسان مركب النسيان یعنی آدمی سواری ہے بھول کی، بھول چوک انسان پر سوار رہتی ہے تو ہم احادیث کو کیوں نہ لکھ لیا کریں، یہ استدلال بھی خوب ہے۔

وليكن هذا آخر ما أردت ايراده في هذه الرسالة النافعة، والحمد لله في الأولى والآخرة، ختم الله لي بالحسنى، وأذاقني حلاوة رضوانه الأسنى۔

يلوح الخط في القرطاس دهرا
وكاتبه رميم في التراب

تمام شد

---

(۱) سنن دارمی: المقدمۃ: باب من رخص في كتابة العلم، حدیث: ۴۸۹، مصنف ابن أبي شيبة: ۳۱۴/۵، حدیث: ۲۶۴۳۶، تقييد العلم للخطيب البغدادي ص: ۱۱۰، ۱۱۴، جامع بيان العلم وفضله: ۱۲۸/۱، حدیث: ۲۸۱۔
(۲) طٰہٰ: ۵۲۔

فہرست

☆☆☆

قرآن مجید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے اس نے حضرت جبریل امین کے واسطہ سے اپنے نبی محمد ﷺ پر وحی فرمایا ہے، یہ قرآن اپنے تمام حروف والفاظ اور معانی ومفاہیم کے ساتھ اللہ کا کلام حقیقی ہے، یہ مخلوق نہیں ہے بلکہ اسی سے ظاہر ہوا اور قیامت کے قریب جب وہ چاہے گا اپنی طرف اٹھا لے گا، اس کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت وقدرت کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا اور یہ اسی کے پاس رہا، پھر جب اسے نازل فرمانے کا ارادہ کیا تو اسے رمضان کی کسی شب قدر میں آسمان دنیا پر بیت العزۃ میں اتار کر رکھا، اور جب آپ ﷺ نبی بنائے گئے تو حضرت جبریل امین اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قرآن کی سورتیں یا آیتیں آپ کے پاس لاتے تھے، اور آپ کو بطریق وحی پہنچا دیتے تھے، نیز یہ بتا دیتے تھے کہ یہ سورت قرآن کی کس سورت سے پہلے اور کس سورت کے بعد، یا یہ آیت کس سورت میں کس آیت سے پہلے اور کس آیت کے بعد لکھی جائے گی، پھر آپ ﷺ اللہ کے اس کلام کو اپنے دل میں محفوظ فرما لیتے اور اپنے کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا کر قرآن میں اس کی جگہ پر لکھوا دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمایا تو قرآن مجید مکمل طور پر اپنے حروف والفاظ وترتیب کے ساتھ لکھا ہوا مسلمانوں کے پاس موجود تھا، اسی طرح احادیث نبویہ کے مختلف مجموعے متعدد صحابہ کرام کے پاس موجود تھے جن کو وہ وقتاً فوقتاً نبی ﷺ کی اجازت سے لکھ لیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں کسی قسم کا شک کرنا اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے مترادف ہے، ان شاء اللہ ہمارے قارئین حضرات اس کتاب میں قرآن مجید واحادیث نبویہ کے اس جمع تدوین کی مکمل دلیلیں پائیں گے جو ہر قسم کے شبہ کے ازالہ کے لئے کافی ہیں۔